

UTL AT DOWNSVIEW



D RANGE BAY SHLF POS ITEM C
39 12 05 07 01 014 9

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

DS Shibli Nu'mani, Muhammad
461 Mazamin-i 'Alamgir
.7
S554

T

Supplied by
MINAR BOOK AGENCY
Exporters of Books & Periodicals
204, Ghadiali Building, Saddar
KARACHI-3, PAKISTAN



Digitized by the Internet Archive
in 2010 with funding from
University of Toronto

<http://www.archive.org/details/mazmnilamgr00shib>

مذہب عالمگیر

Mazāmīn-i 'Alamgīr معمی

شہنشاہ اور نگز زین عالمگیر کے متعلق مخالف مورخوں نے
جو غلط بیان چھیلائی ہیں، انکی مورخانہ تحقیق و ترقیہ اور
اصلی واقعات کی تفضیل،

مترجم

شلی نعمانی

باہستہ امام خواجہ عبدالواحد الرافتگریں

مطبوع مطبع انتظامی و قع کاپور

۱۹۱۱ء

DS
461
.7
S554

E 15 18-26



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اور نگزیں عالمگیر

فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہو کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہیں اُس قدر اُنکی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے، سدیکندرا، دیوارِ قہقہہ، چاہ بابل، آب حیوان، مارضا ک، جامِ حجم، سے بڑھ کر کس واقعہ نے شہرت عام کی سندِ حاصل کی ہے، لیکن کیا ان میں ایک بھی اہلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے؟

حقیقت یہ ہو کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کی نظر عام پر آ جاتے ہیں، پھر عامِ تقليد کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہو شہرت عام کی بنابرائے اس پر ٹین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہیں آتا، یہاں تک کہ رفتہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں، حضرت عمرؓ کی نسبت کتب خانہ اسکندرۃ کے جلانے کا حکم کسی بدنیت یوسائی نے دل سے گڑھ کر منسوب کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ

صلیبی ڈائیان جاری تھیں اور عیسائی مسلمانوں سے نفت دلانے کے لیے طرح طرح کی تبدیلیں اختیار کرتے تھے، اس واقعہ کا کانون میں پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد اکر ایک ایک کے کام میں وحی پھونک گیا، بچے، جوان، بوڑھے، جاہل، عالم، رذیل، شرافت، نیک، بد، جو تھا یہی راگ کاتا تھا، رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب، مشن تیجات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہیں رہی، لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے
پیصلہ کیا کہ عالم ہدہ افشاء نہ اراد و ما یتعجّ،

عالملکیہ کی پدنامی کا قصہ بھی واقعہ مذکورہ سے کچھ کم نہیں، اس کی فرد قرار داد جرم اتنی لنبی ہے کہ شاید کسی مجرم کی نہ ہوگی، باپ کو قید کیا، بھائیوں کو قتل کرایا، دکن کی اسلامی ریاستین مٹا دیں، ہندوؤں کو ستایا، بت خانے ڈھانے، مرہٹوں کو چھپر کر تیوری سلطنت کے ارکان تزلزل کر دیے، اع ای تو جموجھ خوبی بچپن نامست خوام،
لیکن اور تمام باتوں سے قطع نظر کر کے پہلے یہ دیکھنا ہو کہ اسی خاندان میں عادل سے عادل بادشاہ پر قریب بھی فرد قرار داد جرم قائم ہو سکتی ہے یا نہیں، باپ سے بغاوت کی، بھائیوں اور بھیجوں کو قتل کرایا، دکن کی اسلامی ریاست (نظام شاہیہ) مٹا دی، ایک سال کے اندر ۴۵ بخانے مندم کر دیے، اور تہشیہ اس پر فتوکر تارہ،

۴۵ شاہجان کا بھائی شہریار اور اس کے بھتیجے طھورث و پرشنگ (پسر دنیا) خود شاہجان کے حکم سے قتل کیے گئے، چنانچہ ان سے کوئی قتل کے لیے شاہجان نے دست خاص سے جو فرمان لکھ دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں، درین ہنگام کہ آسمان آشوب طلب وزین فتنہ جو است اگر داوجنی پسپر خود و برادر اوشہریار و پسران شاہزادہ دنیا ال

یہ کون؟ صاحبِ قرآن ثانی شاہ جہان،
 ہم اس اصول سے بے خبر نہیں کہ ایک شخص کے پڑے ثابت ہونے سے دوسرے
 شخص اچھا نہیں ہو سکتا، شاہ جہان پر اگر الزام ثابت ہو تو اس سے عالمگیر کی براحت
 نہیں ہو سکتی، لیکن آخر میں مسئلہ غور کے قابل ہو کہ اس کی کیا وجہ ہو کہ شاہ جہان کے
 الزامات کی کسی کو کانون کا نجیبی نہیں اور عالمگیر کے وہی الزامات ع، افسانہ
 بزم و انجمن ہیں،

طائع شہرت رسولِ محبون میشان است و ز طشت من اوہرو وزیر کیام افتاد
 اس عقدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تایخی فرض ہے لیکن اس سے ایک قومی
 تفہیق کو تحریر کیا ہوتی ہوا س لیے ہم اس کو قلم اداز کرتے ہیں،
 عالمگیر کی فرد، قرارداد جرم میں سب سے بڑا نمایاں واقعہ حیدر آباد کا انتیصال ہے،
 یہ واقعہ مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتا ہے،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲، آوارہ صحرا می عدم ساختہ دولت خواہان را از تو نزع خاطر و شورش دل فارغ ساز نہ صلح و خوابی
 قرین تر خواہ بود، (خلاتہ ترک جہانگیری طبوعہ علی گذھ صفحہ ۲۴۷) چنانچہ ۲۷ جمادی الاولی شاہ کو اس حکم کی پوری تفصیل
 ہوئی اور لقب مورخ جہانگیری کا شنستہ اس خس و خاشک سے پاک کر دیا گیا ۵۳، اس واقعہ کو عبد الحمید
 لاہوری نے جو شاہ جہان کے دربار کا مورخ تھا، شاہ جہان نامہ میں تہایت تفصیل سے لکھا ہے، شاہ جہان
 نے عباس صفوی کو جو خط لکھا ہے، اس میں اس واقعہ کو پڑے فخر سے لکھا ہے، چنانچہ شاہ جہان
 میں یہ خط بیانہ منقول ہے،

۱ ریاست حیدر آباد ایک شیعہ ریاست تھی اس لیے اس کی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت مذہبی تعصّب ثابت ہوتا ہو،

۲ حیدر آباد کے مٹنے سے مرہٹوں کو قوت ہو گئی اس لیے یہ پلیکل جرم ہو، اس بنا پر تم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کے طرف متوجہ ہوتے ہیں، دکن میں پانچ ریاستیں قائم تھیں، گولکنڈہ، بیجاپور، خاندیس، برار، احمد نگر، یہ ریاستیں باہم لڑتی بھرتی رہتی تھیں، جس کی وجہ سے یہ نوبت پونجھی تھی کہ جب عالی دل نے حسین نظام شاہ کی دستبرد سے تنگ آ کر رام راج کو مدد کے لیے بلا یا تو گویہ شرط تھی کہ ہندو مسلمانوں کے جان و مال سے معرض نہ ہونگے تاہم ہندوؤں نے احمد نگر میں آکر جو بتا وکیا اس کو فرشتہ ان الفاظ میں لکھتا ہو،

در مساجد فرو آمدہ بت پرستی می کر دن و ساز نہ اختہ سر و دمی گفتہ د عدالت پاہ
از استماع این اخبار دلگیر شدہ چون منع راقدرت نداشت به تعامل
می گذرانیدند،

ان خانہ جنگیوں کی بدولت تیموریوں کو مغلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستیں اپنے زیر اثر کیں، جہانگیر اور شاہ جہان چاہتے تھے کہ ان ریاستوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر اتفاق کیا جائے، لیکن یہ ابن ال وقت مجبوری کے وقت مطیع ہو جاتے تھے اور پھر موقع پا کر دشمن میں جاتے تھے مجبوراً ان کا استیصال کر کے یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کر لی گئیں، عالمگیر جب تخت حکومت پر بیٹھا

تو صرف دولطنتین حیدر اباد اور بیجا پور باقی رکھئی تھیں،

اسی اثنامیں سیواجی کے باپ ساہو نے سر اٹھایا، ساہو اور سیواجی کی مفصلہ اتنا
اسی مضمون کے دوسرے حصے میں آئے گی، یہاں سلسلہ کلام کے لحاظ سے اس قدر
یاد رکھنا چاہیے کہ عادل شاہ والی بیجا پور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جائیگری میں دیے تھے
سیواجی نے ان علاقوں میں بہت سے قلعے بنوائے، عادل شاہ بیجا پور کو مر گیا، اس کے
زمانہ عالالت میں سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کر کے چالیس قلعے طیار کئے،
عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی نہ تھا، درباریوں نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے
کو اس کا وارث قرار دیکر تخت سلطنت پر بٹھایا، وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خان کو
سیواجی کے مقابلے پر بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر دالا، یہی سکندر
تحاوج عالمگیر کا معاصر اور ہم زمان تھا،

سیواجی نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا سنبھا اس کا جانشین ہوا،
سکندر نے اپنی مکروہی یا تیوری کی قیم خاندانی عداوت سے اُس سے سازش کر لی اور
عالمگیر کے مقابلہ میں اس کو مدد دیتا رہا، عالمگیر نے بار بار اس کو متنبہ کیا اور ترغیب و تربیب
ہر طرح کی تدبیریں اختیار کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہوا، خافی خان اس واقعہ کے
متعلق لکھتا ہو،

”چون از مناد و نفاق بجا پوری لعنتی سکندر والی آنچاکہ وارث ملک ہم نبود، من ہذا با غیم رفاقت

می نبود، متواتر بعض رسید و مکر فرمان نصیحت آمیز را تهدید و عذ و عید صادر گردی فایدہ نہ بخشید“

مجوہ را عالمگیر نے بجا پر فتح کر کے مالک محسوس میں شامل کر لیا، لیکن سکندر سے
نهایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا، اس کو سکندر خان کا خطاب دیا، خلعت خاص مع تلواء
کے جس کے پر قلم پر ہوتی طکے ہوئے تھے، پھول کٹارہ مع مالائے مرواری جس میں
زمرہ کا اوزہ تھا، لفغی مرصع اور عصماً مرصع عنایت کیا، اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص
خیمه شاہی کے پہلو میں اس کا ختمہ نصب کیا جائے اور قسم کی ضروریات خزانہ شاہی
سے ہیا کی جائیں، چنانچہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستوف خان ساقی میں مذکور ہے،
حیدر آباد کافرمان روا عالمگیر کے زمانہ میں ابوحسن شاہ جو عموم میں تانا شاہ کے
نام سے مشہور ہو، قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدر آباد کافرمان روا تھا، اس نے جب
وفات کی تو اس کی کوئی اولاد ذکور نہ تھی، نہ کوئی قریب عزیز تھا، مجبوراً ابوحسن کو جودور کا سطح
رکھتا تھا تخت نشین کیا، ابوحسن بچپن سے قلندر وون کے ساتھ آوارہ پھر تارہ تھا اس لیے
تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قائم رہی، صاحب مائن الامر الگرجہ اس کا اس قدر طرفدار
ہوا کہ حیدر آباد کی فتح کا جہان ذکر آتا ہواں کا دل بے اختیار ہو جاتا ہوا، تاہم اس کے
حال میں لکھتا ہوا،

”ابوحسن والی تانگ کراز غایت انہاک علیش و عشرت گا ہے در پاژو ڈہ سالہ حکومت
خویش از شہر حیدر آباد خیر از مسافت کیک کروہ بیجنگ گلگنڈہ سفرگزین نہ شدہ بود و سوارے
ہر روزہ بیو شوار بود“ (مائن الامر اجلد اول صفحہ ۳۶۵ تذکرہ جان سپارخان)
ابوحسن کی علیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا، اور

ہر طرف علانیہ بدمعاشری اور شراب خواری پھیل گئی، خانی خان لکھتا ہو،

”از ان کے ابو الحسن قطب الملک فرماز واسے حیدر آباد پر اغال قبیح از پسون ملک بادنا
و گنگا کہ ہر دو کافر شدید العداوت بودند و سختی ظلم زیادہ برسلا نان می گذشت و فسق و فجور
علانیہ از رواج مسکرات والہ ولعہ زیادہ بھرض رسید“

ابو الحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی، وہ سینہ ظفر نام ایک الاغرم امیر تھا،
لیکن ابو الحسن نے اس کو معزول کر کے ماڈنا نام ایک برہن کو وزارت کے عمدہ پر مامور
کیا اور حکومت و سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دی دیئے، اس کے سلطان اور اقتدار
کی یہ نوبت پوچھی کہ ابو الحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خان تھا اور بڑے
سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا، اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا،

زالتقات پا شاه و پنڈت وشن روان گشت ابراہیم سرشکر خلیل اللہ خان
ماڈنا کے سلطان اور اقتدار کی نسبت صاحب آثار الامر لکھتا ہے،

”رقن و فتن امور ملکی و مالی باقتدار آن دو برادر بانہن شوم ملوم ماڈنا و گنگا کہ خیر را یہ مفاسد
و فتن و مورث وبال و زوال آن دو دمان گشته، تغییض یافت تھے“

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیلو ابی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا، وہ حیدر آباد
میں آیا اور ابو الحسن سے کہا کہ آپ اور ہم ملک رشادی مالک پر حملہ اور ہون، چنانچہ ابو الحسن

لے، آثار الامر اذکرہ مہابت خان حیدر آبادی جلد سوم، صفحہ ۶۶۹ تا ۶۷۰

۵۲، آثار الامر اذکرہ مہابت خان حیدر آبادی،

فوج اور روپیہ سے اس کی مدد کی، عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسوان سال تھا کہ سیدوانے تیموری حدو د حکومت میں گھسکر جانہ کو برباد کر دیا، آئڑالامرا میں اس واقعہ کی تفضیل حسب ذیل ہو،

”پسربادی حیدر آباد متفق شدہ قرارداد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نایم، اول تسبیح قلاع تردن من باید دیا، بین تقریب فوج وزراز و گرفتہ برخوا رفت... و در ہمین سال سیوا برملک بادشاہی دویہ پر گنہ جانہ راویران ساخت، آئڑالامرا جلد اول از صفحہ ۳۴۹ تا ۳۶۰،

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جائشین ہوا تو ابو الحسن نے اسکو بھی عالمگیر کے مقابلہ میں ہر قسم کی مددی اور ایک لاکھ ہون (ایک طلبائی سکھ کا نام ہو) نقد بھیجا، چنانچہ خانی خان لکھتا ہو،

”وعلاوه آن در امداد سنبھارے جنگی دارا بھبھی در تاختت لکھ و تسبیح قلعہ جات و رساندن لک ہون نقد خود را بدنام وزبان زد عالم ساختہ بود“،

ان سب پر طریقہ کہ جس زمانہ میں عالمگیر بھیجا پور کے محاصرہ میں مشغول تھا، ابو الحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا، کہ ایک طرف سے سنبھا بیٹھا فوج لیکر بڑھتا ہو اور دوسرا طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجا ہوں، دیکھوں حضرت عالمگیر کس کام مقابلہ کرتے ہیں، چنانچہ اس واقعہ کو ابو الحسن کے خطکی نقل کے ساتھ تمام مورخوں نے نقل کیا ہو، صاحب آئڑالامرا لکھتے ہیں،

”چون آن نہم بامتداد کشید، با دشائے کشور کشا به اقتضاء صوابیدا ازاونگ آباد بہ احمد بنگر

وازان جا بہ شوال پور مسکر گردانید، ناگاہ ابوالحسن نوشتہ نام حاجب او که در فوج فیروزی

بو چبین از نظر باشد ای گذشت، بین مضمون کتاب تعالیٰ پاس مراسم بزرگ داشت چند نویدم

حالکه ایشان سکندر را تیم و ناتوان دانسته بیجا پور را محاصره نموده کار بر او تنگ آف رند،

واجب آمد که سوار چحبیت موفور بیجا پور را بینها از طرف باقشون از شمار افزون جبعت

لک آن بے کس کمر عی بیند و مابه سرداری خلیل اللہ خان پنگ حملہ چلپ ہزار سوار

مستعد پیکار تعین نمائیم و بنیم که ایشان کدام کدام طرف مقابله و مقاومت خواهند کرد“

(آثار الامر اجلد سیوم از صفحہ ۶۲۹ تا ۶۳۰)

عالملکیر نے یہ خط پڑھا تو کہا کہ ہم نے اب تک اس بند رخانے والے کو چھوڑ

رکھا تھا، لیکن جب مرنی نے خود آواز دی تو کیا باقی رہا،

با این ہمہ حب عالملکیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدر آباد کی نہم پر روانہ ہوا

تو اس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہوں تو عفو تقصیر کے لیے سفارش کیا ہے

شرائط یہ تھے

۱، مادناوزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے،

۲، سیرم دراگر وغیرہ جو مالک محروسہ میں داخل تھے اور جنپر خصبا قبضہ کر لیا گیا ہے،

والپس کر دیے جائیں،

۳، پیش کش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائیں،

لیکن ابوالحسن نے دربار یون کے اغوا سے یہ شرطیں منظور نہیں کیں، چنانچہ
خانی خان لکھتا ہو،

”ازان کے باڈشاہزادہ محمد مظہم نے خواست کہ تا مقدور کار بجگ کشدا، خلیل اللہ خان
پہنچا ممنود کے اگرا ابوالحسن پر اظہار نہادت والتماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا
و گنارا از امور بلکی کوتاہ ممنودہ مقید سازد،

دوم آن کے پر گنات سیرم و رام گیر وغیرہ کہ بخوبی از تصرف بندہ اے باڈشاہی بخوبی
بیجا براوردہ دست ازان برداشتہ باز جواہ منصوبان باڈشاہی غاید، دیگر آن کے باقی
پیش کش سابق و لاحق بلا تو قفت و اہمال رو انبار گاہ آسمان جاہ سازد، برائی عفو تقصیر
اوہ حضور معرض داشتہ آئید،

اما اے ناقص عقل دکن از راه غرور بجواب ہائے محل پیش آمدہ درد فعیہ بخوبی
باڈشاہی نہ تو انتہی پرداخت

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ مظہم نے صرف اس شرط پر صلح کی
گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیے جائیں، لیکن وہاں سے یہ جواب آیا کہ سیرم ہمارے
نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہو ہو،

انصاف کروان حالات کے ساتھ کہ باڈشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں،
رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چاروں طرف چھلیتی جاتی ہے، وزیر اعظم اور

ہند و ہین جو مسلمانوں کو پاہاں کرتے جاتے ہیں، مہڑوں کو فوج اور خزانے سے مدد بھائی
ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ الٹ دیا جائے، تیموری علاقوں پر غارت کرایاں ہو رہی ہیں،
ان حالات کے ساتھ، اکبر تو کیا اگر نوشیروان اور عمر بن عبد العزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟
وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہفت یعنی عالمگیر نے کیا، حملہ کے وقت جب
ابوالحسن نے اسی قدیم طریقے پر معافی کی درخواست کی، تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان
لکھا،

”اگرچہ افال قبیح آن بدعا بست از احاطه تحریر بیدون است اما از صدیکے واز

بیارانہ کے بشار می آید،

او لا اختیار میک و سلطنت به کف اقتدار کا فرنا فر جام ظالم دادن و سادات و
مشائخ و فضلار ملکوب و مغلوب ساختن و در روانج فشق و فجر به افراد علانیہ
کو شیدان و خود از بادہ پرستی و ریاست و بستی دولت در اوضاع کیا رشیب و روز
مستقر بودن، بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و مُتق از عبادت فرق نہ نہودن
و در اعانت کفار حسر بی اصرار و رزیدن و خود را در عدم اطاعت او امر و منابی
اکی خصوص در مادہ منع معاونت دار احرابی کر نص کلام مجید به تاکید واقع
شدہ نزد خلق و خالق مطہوں ساختن، چنانچہ کمر درین باب فراین نصیحت آمیز
محظوب مردم آداب دان مزان جگرفتہ حخوار صادر شد و پنپہ غفلت
از گوش نہ کشید، بلکہ درین تازگی فرستادن لک ہون براے سنبھاء

بکردار بعرض رسید با این همه غرور و پستی با دنگامی نظر بر افعال
وزشتی اعمال خود را نمودن و امید رستگاری در درجهان داشتن،
ع زهے صور باطل زهے خیال محال“

ان الفاظ کو غور سے پڑھوا اور بار بار پڑھوا اور اضافت کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ
بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے،
اس بو لمحبی کو دیکھو کہ نعمت خان عالی ہصفت آثار الامراء خانی خان کے نزدیک
ان سب باتوں کے ساتھ بھی حیدر آباد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا لگتا ہے مانکے نزدیک
عالیگیر کا شخص خود حیدر آباد کے حملہ کے نام سے کافی پڑھتا ہے اور وہ حیدر آباد کا
قصد کرتا ہے، لیکن شیخ الاسلام سے فتویٰ پوچھتا ہے اور وہ کسی طرح اس کی اجازت
نہیں دیتے، یہاں تک کہ اپنے عمدہ سے مستعنی ہو جاتے ہیں، وہ مرزاع محمد کو سفارت
کے طور پر ابو الحسن کے پاس بھیجتا ہے، اور خلوت میں لیجا کہ اس سے چکپے سے کتنا ہو
کہ ابو الحسن سے اس طرح سختی سے بات چیت کرنا کہ وہ بھی مجبور ہو کر سختی سے پیش آئے
اور مجھ کو حیدر آباد کے حملہ کے لیئے سند ہاتھ آئے، وہ ابو الحسن سے ایک بے بنا
الماں اس غرض سے طلب کرتا ہو کہ وہ انکار کرے اور اٹھائی کے لیے بسانہ
ہاتھ آئے،

۱۶، آثار الامراء

۷۵، خانی خان جلد دوم صفحہ ۲۹۳

ان مورخون کی دانشمندی پر غور کرو مرہٹوں کی سازش، شاہی مقیومضات پر
تصرف، ہندوؤں کا تسلط، ملک کی بدانظامی، فشق و فجور کارواج، عام مسلمانوں کی ذلت و
خواری، یہ چیزیں حیدر اباد پر حملہ کرنے کے لیے سنہ نین بن سکتیں بن سکتیں صرف سفیر کے ساتھ تھتھ
کلامی، اور الماس کے دینے سے انکار وہ جو تم ہے جسکی سنہ پر عالمگیر بے دریغ حیدر اباد
پر حملہ کر سکتا ہوا اور پھر اسکو کوئی کسی قسم کا الزام نہیں دے سکتا،

عبد القادر بیویانی نے نکشہ چینی کے ساتھ اگر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کیئے،
جمانگیر نے اپنے زمانہ حکومت ہیں حکم دیا کہ اس کتاب کی شاعت قطعاً بند کردہ ہی جائے،
نعمت خان عالی نے وقاریع نعمت خان میں سرتاپ اعلیٰ عالمگیر کی ہو گئی، لیکن عالمگیر کے جان
بہادر شاہ نے شیعیت کی مناسبت سے نعمت خان کو دانشمند خان کا خطاب دیا، اور
وقاریع نعمت خان درس میں داخل ہو گئی، عالمگیر کو بہادر شاہ ساجاشیں، اور
نعمت خان عالی، خانی خان، شاہ نواز خان جیسے واقعہ نگار ہاتھ آئیں تو بیچارے کو نیکن ہو
کی کیا توقع ہو سکتی ہو،

تماہم یہ تھسب مولخ سچ کو نہیں چھپا سکے اور خدا اخین کے مسلمه واقعات نے
 بتا دیا کہ حیدر اباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ ایک مرہٹی سلطنت کا
 استیصال کرنا تھا،

ہم نے بعض شیعی احباب کو یہ کہتے سنائے کہ عالمگیر نے خود اپنی سلطنت بر باد کی،
 کیونکہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں، ان کا دباو اٹھا گیا تو مر ہٹے

زور پکڑ گئے، لیکن ہمارے دوستون کو یہ نہیں معلوم کر دکن کی یہ ریاستیں، مہنون کی گویا
باج گزار بن گئی تھیں بلہ، اور اگر عالمگیر حیدر اباد و بجاپور کو فتح نہ کرتیا تو آج بڑودہ اور گوالیار
کی طرح حیدر اباد اور بجاپور پر بھی مہنون کا علم لہراتا ہوتا،

عالمگیر اور مرہٹہ

عالمگیر کی فوج قرار داد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا
مجموعہ ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱ ، مہنون کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا،

۲ ، سیواجی جب عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس سے ایسا برتاؤ کیا
جس سے وہ چار ناچار سرکشی پر مجبور ہوا، اور نہ فرانخ حصہ سے کام لیا جاتا تو وہ عالمگیر کا
حلقة گوش ہو جاتا،

۳ ، سیواجی کو عالمگیر نے امان دیکر لایا تھا، لیکن خلاف عہد اسکو نظر بند کر دیا،

۴ ، سیواجی کے جاثیثیوں کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہیں کیا،

۵ ، عالمگیر مہنون کو زیر نہ کر سکا اور چونکہ مہنون ہی نے سلطنت تیموریہ کو زیر و زبر کر دیا
اس لیے تیموریوں کی بر بادی کا سبب اصلی خود عالمگیر تھا،

۶ ، مستعد خان ساتی، عالمگیر نامہ میں والی بجاپور کے حال میں لکھتا ہے،

”مغلوب کا فرشقاوت قرین سنبھاٹے بیدین گشتہ“ ابوحسن کا بھی یہی حال تھا،

ان بختوں کے فیصل کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندانی ابتدائی تاریخ لکھتے ہیں،
جس سے قنा�زع فیہ مسلوں کے متعلق آیندہ مدد ملیگا،

سیواجی کا خاندان سیواجی کا خاندان در صل حماراً ماً اودے پور سے تعلق رکھتا ہے،
اس خاندان میں سورین نام ایک شخص بعض اسباب سے چور چھوڑ کر پرکشہ کر کنٹ ضلنے
پریندہ ریاست دکن میں چلا آیا، اس کے خاندان ہیں سے ماوجی اہل وطن سے ناراض
ہو کر ایمورہ میں جود ولت آباد کے قریب ہو اکر آباد ہوا،

اس زمانے میں دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور
یہاں کا دیسکلیعینی (صوبیدار) لکھی جادو نام ایک شخص تھا، ماوجی نے لکھی جادو کی سرکار
میں ملازمت اختیار کی، ماوجی کے دو بیٹے تھے اچونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا
(جن کی قبر احمد نگر میں ہے) نہایت مققد تھا، اس لیے اس نے بیٹوں کا نام شاہ حسن
موصوف کے تعلق سے شاہ جی اور شرف جی رکھا، یہی شاہ جی آگے چلکر ساہوجی
کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہوجی ہو، جو سیواجی کا باپ تھا، لکھی جادو کے کوئی

لہ، سیواجی کے خاندان کا حال خانی خان نے اپنی تاریخ میں (جلد دوم صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ کلکتہ) اور غلام علی
آزاد نے خزانہ عامہ (صفحہ ۲۹) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیل اور محقق حالات باقر الامر
میں ہیں، اچونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار میں ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا، اسلیے آثار الامر
میں اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے، اور اس کے ذیل میں اس کے خاندان کے ابتدائی حالات
بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہیں، میں نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لیے ہیں،

اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی، شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوش رو تھا، لکھی جادو نے اس کو اپنا مبدلی بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اسکو بیاہ دے، لیکن لکھی جادو کے خاندان والوں نے اس کو باز رکھا، بالآخر ماںوجی نے انگک پال (ایک معزز زمینہ ارتحا) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور دباؤ دلکرم ماںوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کردی، ساہوجی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار میں توسل پیدا کیا،^{۱۷} میں جب نظام شاہ کی فوجوں نے نربڑا اتکر ماںوالا کو غارت کیا، اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لیے شترکشی کی تو نظام شاہ کے فوجی سرداروں میں ساہوجی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا،^{۱۸}

جہانگیر نے جب اس کے انتقام کے لیے شاہجمان کو دکن پہنچا تو جادو رائے شاہجمان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے صلبیں اسکو پنج ہزاری منصب ملا، اور ارکان خاندان کو بھی حسب مراتب عمدی ملے، لیکن پھر باعثی ہو کر شاہ^{۱۹} میں نظام شاہ کے پاس واپس چلا گیا، نظام شاہ نے اس کو قتل کر دیا، اس بنابر ساہوجی نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہجمان کے دربار میں چلا آیا اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہو اس کے ساتھ خلفت، اسلحہ مرصع، علم انقارہ، اسپ، فیل، اور دو لاکھ نقد انعام میں ملے، ساہوجی کے سالوں کو بھی جنکانام بہادر اور جلدیو تھا، پنج ہزاری اور چار ہزاری منصب

۱۷ خانی خان جلد اول صفحہ ۳۲۱، و مائز الامر اجلد اول صفحہ ۵۲۰۔

۱۸ خانی خان صفحہ ۵۳۳ و مائز الامر اجلد اول صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۲۔

شاہ جہان نے نظام شاہ کے بعض علاقوں پر عنبر کی جاگیریں تھے ساہو کو دیدیے تھے، لیکن جب ۱۷۳۰ء میں عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہو کر شاہ جہان کے دربار میں چلا آیا، تو شاہ جہان نے عنبر کے علاقوں ساہو جی سے لیکر فتح خان کو واپس کر دیئے، اس بناء پر ساہو جی ناراض ہو کر عادل شاہ والی بیجا پور سے چاکر مل گیا اور ایک فوج تکران لیکر دولت آباد کی طرف بڑھا۔

ساہو کی تنبیہ کے لیے شاہ جہان نے فوجیں روانہ کیں اور رسمی سفیریں اسکے اہل و عیال گرفتار ہوئے، ۱۷۳۲ء میں ساہو جی نے خفر نگر پر حملہ کیا، ۱۷۳۴ء میں اور اضلاع شاہی پر غارت گردی کی جسکی پاداش کے لیے اور نگر نیپال ملکیہ مامور ہوا، شاہ جہان نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا، اس کے کوئی اولاد نہ تھی، ساہو جی نے ایک محظوظ انساب کو نظام شاہ کا وارث قرار دیکر تخت نشین کیا اور تمیوری حکومت کے بعض اضلاع دیائے، ان دست درازیوں میں عادل شاہ والی بیجا پور بھی ساہو جی کا برابر کا شرکیں تھا، چنانچہ ساہو کی اعانت کے لیے عادل شاہ نے زندوک کو فوج دیکر بھیجا تھا،

یہ دست درازیاں اس حد تک پہنچیں کہ شاہ جہان نے بڑے زور شور سے

سلہ خانی خان صفحہ ۳۷۶،

سلہ خانی خان صفحہ ۵۷۰،

سیر المتأخرین حالات شش جلوس شاہ جہانی،

اس کے استیصال کا غم کیا، مطابق سفہ جلوس میں اڑتا لیس ہزار فوج بڑے
بڑے اور اکی سپہ سالاری میں دیکر دکن کو روانہ کی، ان میں سے بیس ہزار فوج کا سردار
خان زمان کو بننا کر حکم دیا کہ چار کونڈہ کو جو ساہو کا مستقر ہے بر باد کر کے کون کے ضلع
کی طرف بڑھے چنانچہ ان فوجوں نے ساہو کے پیس قلعے فتح کر کے ساہو کو بجا پوتک
بھگا دیا، ۱۷۰۷ء میں ساہو نظام شاہی علاقہ سے بھی نکال دیا گیا، خانی خان حالات
شاہ بہمان صفحہ ۵۲۱ و ۵۳۹ (۱۷۰۷ء)، (۱۷۰۷ء)

ساہو جی نے عادل شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی، عادل شاہ نے پونہ
اور سوپہ اس کو جائیگیر میں دیے، سیواجی اب جوان ہو چکا تھا، اور حوصلہ مندی کے
جوہر دکھانے لگا تھا، ان ضلع کا انتظام اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور جا بجا قلعے
ٹیکار کرنے شروع کیے، رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو حسب بیان آثار الامرا پندرہ ہزار
تھی ٹیکار کر لی اور اپنی حکومت کے علاقے و سنجھ کرنے شروع کر دیے، اسی اثناء میں
عادل شاہ بیمار ٹپا اور دربار میں سخت اتری پیدا ہو گئی، سیواجی نے اس پاس کے
علاقوں پر دست درازی شروع کی، اور دو تک کے علاقے زیر اشکر لئے، تھوڑے
دنوں میں کون کے تمام علاقوں پر بجا پوری حکومت میں داخل تھا متصرف ہو گیا، سیواجی
قوت پاک یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شریاقیہ آباد اور خوشحال ہوتا، اس پر چھاپہ مارتا اور
لوٹ لیتا، وہاں کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیواجی کی عرضی پوختی کر

اس ضلع کی آمدنی میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے، اضافہ کی شرط پر میری جاگیر میں دیا جائے، دربار میں عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے اب تری ہیلی ہوئی تھی، اس لیے جاگیر دار نکی تحریر پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا، اور رشوت خوار عمال سیدواجی کو جاگیر کی سند لکھ کر بھیجتا تھا، اسی اتنا میں یعنی ۷۳ مطابق ستمہ جلوس میں عادل شاہ مر گیا، اور چونکہ اس کے کوئی اولاد کو رہتھی، دربار یون نے ایک مجہول اللہسب اڑکے کو تخت نشین کیا، جو علی عادل شاہ کے نام سے مشہور ہوا، شاہ جہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ جیا پور پر قبضہ کر لیا جائے، عالمگیر نے جیا پور کا حاصرہ کیا، عادل شاہ نے مجور ہو کر کرو رہ ویہ نذرانہ دینا منظور کیا،

اسی اتنا میں شاہ جہان بیمار ہوا، دارالشکوہ نے ولیعہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھیں لی، اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا، تمام امرا اور فوجی افسروں کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیج دیا کہ پائے تخت میں واپس آئیں، عالمگیر مجوراً حاصرہ چھوڑ کر اوپنگ آباد چلا آیا،

ابحالت یہ کہ شاہ جہان بیمار اور مسلوب الاختیار ہوا، دارالشکوہ نے بھائیوں کے استیصال کی تیاریاں کی ہیں، مراد نے گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا ہے،

۱۔ خانی خان جلد اول صفحہ ۵۴۷،

۲۔ خانی خان صفحہ جلد اول،

شجاع بارادہ حکومت بنگال سے دارالسلطنت کی طرف بڑھتا آتا ہو، عالمگیر دکن سے روانہ ہو گیا ہو، سیواجی کو کھل کھینے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موقع فضیب ہو سکتا تھا، اس نے ہر طرف دست درازیان شروع کر دین، چالیس قلعے طیار کرائے، جزیرہ ون میں بھری قوت کامساں کیا، مرہٹوں کی ایک فوج گران ٹیکا کی، اور رفتہ رفتہ بیجا پور کے اکثر اخلاق پر متصرف ہو گیا،

دست گھجین قتل عام لاہول گل میکنید با غبان و صحن منستخ اقبال وہ است
علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا، تو اپنے سپہ سالار فضل خان کو سیواجی کے استیصال کے لیے بھیجا، فضل خان نے اس کو مخصوص کر لیا، سیوا نے عاجز ہو کر کرو فریب سے کام لینا چاہا خافی خان لکھتا ہو،

”فضل خان کو از امر اے عمدہ وا رشجاعان با سر انجام پود بعد رسیدن بر سرا و کاربرو“

تنگ کر دی آن مفسد بدگال چون دید کہ در جنگ صفت و مخصوص کر دیدن صرف او نی کند،

بچلہ و تزویر و رو باد بازمی پیش آمده مردم معتمد رادر میان انداختہ بہ اظہار قدامت والہ ماس

”قبول عفو و تقصیرات رجوع آور دا“

ماڑھ عالمگیری میں ہو کہ جب عادل خان نے سیوا پر شکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیشہ ستی کر کے عفو و تقصیرات کی درخواست کی اور لکھا کہ فضل خان کو بھیجی کے میں ان کے ہر کاب آگر زور در روا پسے معروضات پیش کروں، غرض فضل خان دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ

ہوا، شرطیہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی بھی چیز نہ ہو، چنانچہ فضل خان جریدہ گیا، لیکن سیوا بچھو آستین میں چھپائے ہوئے تھا، معافی کے ساتھ اسے فضل خان کا کام تمام کر دیا،

عامگیر کی لشکر کشی، سیوا نے اس پر اتفاق انکر کے تیموری حدود حکومت میں بھی دست اون شروع کیں، عامگیر اگرچہ ابھی قیبان سلطنت کے معروکون سے فارغ نہیں ہوا تھا، تاہم سے جلوس مطابق جادی الاول نشانہ میں شایستہ خان امیر الامر اکو اس نگامہ کے فروکرنے کے لیے دکن بھیجا، امیر الامر اکی آمد سنکر وہاں سے بھاگ گیا، امیر الامر نے سیوا اس وقت سوپہ میں تھا، امیر الامر اکی آمد سنکر وہاں سے بھاگ گیا، امیر الامر نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پر بھی فتح ہو گئے، پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی نہیں کے بعد محصورین نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کر دیا، امیر الامر نے پونا کو صدر مقام قرار دیکر خود اس محل میں قیام کیا جو سیوا نے اپنے لیے تعمیر کرایا تھا، اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لیے فوجیں بھیج دیں، سیوا جا بجا بجا لگتا پھرتا تھا، یہاں تک کہ دشوار گزار پہاڑوں کی گھاٹیوں میں بھی ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہیں بھر نہیں سکتا تھا، خانی خان لکھتا ہے،

”سیوا چنان منکوب و مغلوب ہر اس گردیدہ بود کہ میان کوہماںے دشوار گزار ہر ہفتہ د

ہر ماہ جائے بہری برد (جلد دوم صفحہ ۱۶۷)

لئے ان واقعیات کو مصنف ماذرعالیگیری اور خانی خان نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے،

سیوا نے اب اپنے قدیم طریقے سے کام لیا، نئے نئے مطابق شہزادہ جلوس میں امیر الامر پر شبحون مارا، اچونکہ امیر الامر اکی بے احتیاطی سے سیوا کو موقع ہاتھ آیا تھا، اسیلے عالمگیر نے امیر الامر اکو معزول کر کے شاہزادہ معظم کو اس مہم پر مأمور کیا، سیوا نے اب اور ہاتھ پاؤں نکالے سوت کے پاس جوبند رگاہ تھے یعنی جیول و پایل وغیرہ ان پر قبضہ کر لیا اور عام غارتگری کے ساتھ جماجم کے جہاز کو لوٹنا شروع کر دیا، عالمگیر نے ہمارا جہجے سنکھ کو جو ریاست جب پور کاراجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا، اس مہم پر مأمور کیا اور فوج کا ہراول دلیر خان کو مقرر کیا، جب سنگھ نے سات ہزار سوار لیکر پانچ مہینے کی مدت میں سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیے، سیوا کا خاص دارالسلطنت راجحہ اور اس کی نہماں کے لوگ کندان نہیں رہتے تھے، سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہوئے تو تمام اہل و عیال بر باد ہو جائیں گے مجبوڑا اسے اطاعت کی سلسلہ جنبانی کی، خافی خان لکھتا ہی،

و دکوتا ہی بخن کا رجھصوران از سمی بہادران قلعہ کشانگ گردید و راہ فرار از اطراف چنان مسدود

ساختن کہ ہر چند آن محل (یعنی حیدرباز) خواست قبائل را لازم جاذب برداہ بر مکان

دشوار گزار دیگر رساندہ لشکر را بر اسے تعاقب آئنا سرگردان سازد، مانن تو اسٹ دانست کہ

بعد فتح گردیدن آن بلچا و ما و اسے مستقر الیاست آن واجب الیاست تمام مال و قبیله

و عیال بدرگال، پامال نکافات کردا و خواہ گردید، لہذا چند نفر زبان فهم نزد راجہ (بے سنگ)
براسے اتمام عنوان تفصیرات و پسروان بعض قلعہ جات باقی ماندہ وارا دہ دیاں راجہ فتاد،
(جلد دوم صفحہ ۸۸۱ و آم)

ماشراہ امین لکھا ہو کے قلعہ و درمائل کے محاصرہ میں جب قلعہ کا ایک برج تو پون
سے اڑا دیا گیا تو دلیر خان نے فوج کو قلعہ کے برج پر ٹھڑھا دیا، سیلوانے دیکھا کہ اب قلعہ
پورن مدد بھی فتح ہو اچاہتا ہے جس میں سیلوا کے تمام اہل و عیال محصور ہے مجور ہو کر
صلح کی درخواست کی) ماشراہ امر جلد دوم صفحہ ۵۰ و اہ تذکرہ دلیر خان لیکن راجہ
بے سنگ کو سیلوا کی مکاری کی وجہ سے اس کی باتوں پر اعتماد نہیں تھا، اس لیے حکم دیا کہ
حملہ اور یورش کے سامان اور ٹھڑھا دیئے جائیں، اتنے میں خبر یونیخی کہ سیلوا قلعہ سے
جریہ نہ تکلکار رہا ہے، ساتھ ہی چند بہن جو اس کے معتقد تھے، راجہ کے پاس پہنچے،
اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت فتنہ میں لکھائیں، خانی خان لکھتا ہو،
”راجہ نظر بر مکاری و عیاری اواغناض نموده براسے یورش زیادہ از سابق تاکید فرموده
تاکہ انکے خبر سید کہ سیلوا جریدہ از قلعہ فرود آمد و برہن ان سمجھا اور سیدہ قسم ہاے شد یہ
عجز و زاری تمام ہے میان آوردند“

غرض جب الطینان ہو گیا کہ سیلوا عاجز از آتا ہے تو راجہ بے سنگ نے اجازت دی اور
اویب راج اپنے منشی کو استقبال کے لیے بھیجا، لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دیئے،
کہ سیلوا سے ہوشیار ہیں، یہ بھی کہا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے تھیمار آئے ورنہ

اجازت ہو کہ واپس چلا جائے، سیلوا جریدہ آیا، جسے سنگھ نے نہ رانی سے اٹھکر لے لگایا، سیلوانے ہاتھ جوڑ کر کھانا، ادنی گنگار غلامون کی طرح حاضر ہوا ہوں، اب آپ کو اختیار ہے، ماریے یا چھوٹ دستیجیے، خافی خان کے الفاظ یہ ہیں،

”بہ طریق بندہ ائے ذلیل مجرم رو بین درگاہ آور دہام خواہی بخش و خواہی بگش“

سیلوا نے عرض کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیش کش ہیں میرا بیٹا سبنجا جی ملazman شاہی میں داخل کیا جائے ہیں مطلق العنان کسی قلعے میں بس کروں گا، لیکن جب کبھی ضرورت ہو گی فوراً حاضر ہوں گا، جسے سنگھ نے طیلان دلایا اور دلیر خان کو کھلا بھیجا کہ محاصرہ اٹھالیا جائے پناخ میں سات ہزار زن و مرد قلعہ سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی، دلیر خان نے اپنی طرف سے تلوار بھر، دو عربی گھوڑے مع ساز طلاقی سیلوا کو عنایت کیے، اور اس کا ہاتھ جسے سنگھ کے ہاتھ میں دیا، جسے سنگھ نے خلعت، گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا، دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے سیلوا کی کمر میں تلوار باندھی لیکن سیلوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھو لکر رکھ دی اور کہا کہ ”میں بغیر ہتھیار کے خدمت گزاری کروں گا“،

اس سے پہلے جسے سنگھ نے سیلوا کی معافی کے لیے دربار شاہی میں لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہاں سے فرمان اور خلعت آیا، سیلوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھ لے گئے، چنانچہ فرمان کے استقبال کے لیے سیلوا اپنی میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے لے خافی خان، صفحہ احادیث دوم، بے ہتھیار آنے کی شرط اماثر عالمگیری میں مذکور ہے،

لے خافی خان صفحہ ۱۸۶ احادیث دوم،

آداب بجا لایا،
لہ

سیلوان نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیے، سیلوا کے کمیٹی سنبھاکے لیے راجہ جسے سنگھ نے پنجزاری منصب کی سفارش کی تھی، چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھاکو فرمان شاہی عنایت ہوا، سیلوا مذہبی الجمہریہ کو جسے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس وقت سے اب تک تلوار نہیں باندھتا تھا، لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنی قریباً چار سو ہفتے کے بعد جسے سنگھ نے اس کو تھیار لگانے کی اجازت دی اور مر صحن تلوار عنایت کی،

اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ، عالمگیر نے جب بھے سنگھ کو سیلوا کے استیصال کے لیے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجا پور کو لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجیں سیلوا کے مقابلے کے لیے بھیجے، عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل کی، لیکن وہ درصل سیلوا کے وجود کو پولیٹکل اغراض کے لیے ضروری سمجھتا تھا، اس لیے مخفی سیلوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا اور قطب شاہ والی حیدر آباد کو بھی اس کی سفارش کی، آثر عالمگیری میں اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں،

”فرمان کرامت عذان بہ عادل خان غر صدور یافت کہ او نیزا فوج خوش بر سر آن گلکش

تعین نماید + + + اگرچہ بظاہر ہمین وامی نمود کر بنا بر امتثال امر اعلی درفعہ او سائی است بجزی

از لشکر ہائے خود بہ حدود ولایت آن مخدول تعین نموده بود، لیکن ازین جدت کہ درفع آن

لہ یہ تمام تفصیل خانی خان میں ہو،

بد نہاد و قلع رئیشہ فدا اور بالکلیہ از مقدمات خزانی حال خویش اندریشہ صوانجنان می داشت
کہ آن مقاموں میان عسکر منصور و اہل بیجا پور حاصل باشد + دین اوقات بنابر مصلحت کا خود
با اذنا مم و پیام و ععود و مواثیق سالہ جنبان یک دلی و موافق گفتش متفق و بدرا استان
شدہ بود و نہانی در مراتب ایسا دو سعادت شکو شیدہ تفویض اقطاعات و ارسال نقوود و گیر
ما بحاج اور امعاونت می کرد، و بدان تدبیر ناقص و اندریشہ و ای قطب الملک رائیز برین
داشتہ بود۔“

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حلہ بیجا پور اور حیدر آباد پر بے وحہ کہا جاسکتا ہو،
یہ ایک اتفاقی جلیسیج میں اگیا تھا، اب پھر تم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،
سیوا نے اطاعت قبول کی تھیں قلعون کی بجیان حوالہ کیں ہر فہر جلوس مطابق ^{۱۷۳۴}
میں وہ پاسے تخت یعنی آگہ کو روانہ ہوا شہر کے قریب پونچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ
بے سنگھ کا بیٹا تھا مخلص خان سکا تھا استقبال کے لیے بھیجا، سیوا دربار میں پوچھ کر آداب بجا لایا اور
نذر پیش کی عالمگیر نے اشارہ کیا کہ تین ہزاری امر کی قطای میں اس کو حملہ دی جائے لیکن سیوا کی
توقعات اس سے زیاد تھیں، اس نے ایک گوشہ میں جا کر رام سنگھ سے ثکایت کی اور در شکم
کے بہانہ سے وہیں فرش پر لیٹ گیا، عالمگیر نے حکم دیا کہ فروع دگاہ کو وہیں جائے،
یو پہیں موختین اور ان کے مقلیدین نے عالمگیر کی ناقبت اندریشیوں اور غلط کاریوں

۱۵، آثار عالمگیری صفحہ ۹۱۲ و ۹۱۳،

۱۶، آثار الامرا، مذکورہ راجہ ساہبو،

کی جو یادداشت مرتب کی ہے، اس کا پہلا نمبر ہمین سے شروع ہوتا ہے، افسشن صاحب گورنمنٹی
اپنی تاریخ ہندیں لکھتے ہیں،

”اور نگ زیب کو موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اہمیت برتاؤ رہنا سمت سلوک سے پیش
اگر اس سے فائدہ اٹھاتا، مگر عجیسی کہ اس کی رائین دین و ملت کے معاملہ میں تنگ تاریک
تحمین ویسے ہی تدبیر مالک میں پست و گوتا تھیں اچانچ چودہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی
یکایک تزلیل داہانت سے روک تھام تو سکا مگر اپنے تھبیون سے بالکل کنارہ کش نہ سکا +
حاصل یہ کہ جب سیواجی دہلی کے متصل ہو چکا تو ایک کمتر درجہ کا سردار اس کی پیشوائی کو
بے نگاہ کے نیٹے رام نگ کے ساتھ بھیجا گیا، اور جب وہ خود دربار میں حاضر ہوا تو بات اُنکی
پروپریگنی، یہاں تک کہ سیواجی نے کمال اد بے پیش کیں کیں اور غالباً یہ چاہا کہ دستوں
کے موافق تعریف و ثنا کے نظرے ادا کر کے بخضوع و خشوع تخت کی طرف کو آگے بڑھے
گرچہ اُس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ فرمائی اور بلا امتیاز قیصر درجے کے سرداروں
میں اسکو کھڑا کیا تو وہ اپنے لمح و خیرت کو روک نہ سکا چنانچہ خصہ اور حیثیت کے مارے
رہنگ اُس کا پلٹ گیا، اور دربار یون کی صفت سے کچھ پیچھہ ہٹا اور عرش کا رکر ز میں پر گڑرا، بعد
اسکے جب ہوش اسکے ٹھکانے آئے تو رام نگ کو اسکے باپ کے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر بڑا
بھلا کما اور جل بھن کر بادشاہ کے ملازموں سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہ کو کجیا گیز
بات کو خاک میں ملایا دیسا ہی بچکو بھی خاک میں ملادیں یعنی جب بروگئی توجان کی کیا پرواٹو“

لیں پول، فاریا برتیر وغیرہ یورپین صنفین نے بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہو، بعض یورپین مورخوں نے یہ بھی لکھا ہو کہ اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیواجی کو قید کیا اور اس پر پہنچے بھادیے، اس بحث کے تفصیل میں انور زیل نقش طلب ہیں، ۱، جو برتاو سیواجی کے ساتھ کیا گیا، کیا تحریر اور اہانت کی غرض سے تھا، ۲، کیا سیواجی قید کر لیا گیا تھا، ۳، اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاو کیا جاتا تو کیا وہ طبع بجا تا م، اس واقعہ کے متعلق یورپین اور مسلمان مورخوں میں سے کسکی شہادت زیادہ معتبر ہو، اس امر کو سب موخذین تسلیم کرتے ہیں کہ سیواجی کی پیشوائی کے لیے رام سنگھ اور محلہ خان بیچھے کئے تھے، رام سنگھ راجہ ہے سنگھ کا بیٹا تھا جو امراء عالمگیری میں سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار افسر تھا، رام سنگھ شاہ جہان کے شاہزادے جلوس میں پانچ سو سواروں کے ساتھ دربار میں آیا تھا اور اس کو ہزار می منصب اور خلعت عطا ہوا تھا، شاہزادے جلوس شاہ جہان میں اسکا منصب سو نیم ہزار می تک پونچا، عالمگیر کے زمانہ میں وہ معتمد خاص رہا، یہاں تک کہ سلیمان غنکوہ کے لانے کے لیے عالمگیر نے اسی کو راجہ ہے سنگھ کا قائم مقام بنایا کہ بھیجا جائے، سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرضع، ما تھی اور خلعت عطا کیا، چونکہ سیواجی راجہ سنگھ کے توسط اور حنانت سے دربار میں آیا تھا، اس لیے اس کے استقبال کے لیے رام سنگھ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قائم مقام تھا،

۱۰، رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ تماز الامر امین مذکور ہے،

مخلص خان اس کے ساتھ اس یہ بھیجا گیا تھا کہ یہ خیال ہو کہ ہندوپن کے تھسب سے کوئی

مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا،

الفشن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی مبلغ مخلص خان کو قرار دیتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا، حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے،

سیواجی کو منصب عطا ہوا و پنج ہزاری تھا، جس کو الفشن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیریے درج کا منصب قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے نامور مورخ گویہ معلوم نہیں کہ خود اب آج بھے سنگھ کا منصب اس وقت تک پنج ہزاری سے زیادہ نہ تھا، اس فتح عظیم کے صدر ہیں جب اس کے منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہوتا جا کر وہ ہفت ہزاری ہوا ہو اماڑ عالمگیری میں ہو،

”فُزُدْ هَمْ ذِيْجَ كَخْرَقْ قَلْعَهْ پُورْهَرْ كَيْفِيْتْ آمَنْ سِيَوا + بِسَامِ جَاهْ وَجَلَالْ رَسِيدْ دَوْهَزَارْ

سوارا ز تابیا نش د و اسپه سه اسپه قفر فرمودہ منصبش از اصل د اضافہ ہفت ہزاری ہزار

سوارا د و اسپه سه اسپه باشد“

راجہ چے سنگھ ریاست بھے پور کارئیں، دربار عالمگیری کا سب سے ممتاز سردار اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور شکنن تھا، کیا ہمارے یورپیں دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک متفقی باغی، ایک فاتح حکمران کا ہمسرنیا دیا جاتا،

راجہ چے سنگھ پر وقوف نہیں خود وزیر عظیم فضل خان کا منصب پنج ہزاری سے زیادہ نہ تھا

ہمارا ناؤں سے پورے سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا، لیکن

جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جماں لگیر نے رانکرن کو یہی پنجزاری منصب بیا، اس کے بعد راتا ج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب حاصل ہوا چنانچہ راجہ کرن کے ذکرہ میں آثر الامر کے مصنف نے یہ تمام واقعات درج کیے ہیں، کیا سیوا جی اُدے سے پورے کے ہماراون سے بھی زیادہ معزز و جبر کھتا تھا، ان سب کے علاوہ خود سیوا جی کے باپ ساہوجی نے ستمہ جلوس میں جب شاہ جہان کے دربار میں رسائی حاصل کی ہو تو شاہ جہان نے اس کو یہی پنجزاری منصب عطا غنیمت کیا تھا،

سیوا جی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا، شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لیے تھے وہ قلعہ میں چاروں طرف سے گھر جکا تھا اس کے خاص صدر نشین قلعے کے برج پر شاہی فوج کا پھر راڑھا تھا ان مجبوریوں سے وہ تھجیا رکھ کر غلاموں کی طرح آیا اور دربار میں روانہ کیا گیا، تاہم اس کے استقبال کے لیے عالمگیر نے دربار میں سب سے زیادہ جو شخص موزوں ہو سکتا تھا، اس کو بھیجا، پنجزاری امر کی صفت میں جو خود راجہ سے سنگھ کا منصب تھا اس کو جگہ دی، اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہن کے لیے تخت سے اُتر آتا ہے شہر، یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامد وون کی مثالیں پیش کر سکتا ہو، لیکن اسلام سے اس کی توقع نہیں رکھنی چاہتی ہے،

منصب کی بحث چھوڑ کر سیوا جی کا جو اعزاز کیا گیا اس کی کیفیت آثر عالمگیری کی عبارت

ذیل سے معلوم ہوگی،

”چون ہے بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل مُسْدَه سدینے گردیدہ بعد از تقدیم آواب مازمت

پاشارہ والا بر بساط قرب دنسرات باریافت و درقاۓ مناسک جائے مقربان پیش گاہ دوت

بود بامارے نامدار نوینان رفع مقدار دوش بش دوش ایستاد،“

جس کتاب کی یہ عبارت ہو وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزناچہ کے طور پر کھی گئی ہو اور عالمگیر کو اس کا مسودہ و کھلا کر منظور کرایا جاتا تھا، اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہیں، ان الفاظ میں صاف تصریح ہے کہ سیلوا کو دربار میں وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امراء نامدار کی جگہ تھی، اگر عالمگیر سیلوا جی کی تحریر چاہتا تو اپنے روزناچہ میں یہ کیون لکھوائما کہ اس کی توقیر اور عزت کی گئی، دربار میں جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی جو گھنٹہ و گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہ سکتی تھی، لیکن تایخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے، اس لیے اگر عالمگیر کو سیلوا کی تحریر قصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھنٹی و گھنٹی کے لیے اس کو دولت دے اور قیامت تک کے لیے اسکی توقیر اور عزت کا واقعہ تایخ میں درج ہو جائے،

یورپ میں مورخون کی سند خانی خان کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل

اباب بتائے ہیں،

۱، سیلوا جی کے نیٹھے کو اس سے پہلے بجز ارمی منصب عطا ہو چکا تھا، اس لیے باپ کی عنت نیٹھے سے زیادہ ہونی چاہیے تھی،

۲، بے شک نے جو اس کو امیدیں دلائی تھیں بادشاہ کی طرف سے اسکا اظہار نہیں ہوا،

۴۳، اس کا استقبال اس شان سے نہیں ہوا جو اس کے خیال میں تھا،
استقبال کے متعلق قوام پہلے لکھ چکے ہیں، باقی دواعتزاز تو جو کے قابل ہیں،
صل سوال یہ ہے کہ راجہ بے شک نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جسکی پاپریوں نے
دربار میں جاتا منظور کیا تھا، عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہیں اور جو امیدیں سیوا کو
دلائی تھیں وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گئیں، یا نہیں؟

اس بات پر نام موخرین متفق ہیں کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو گرچا آیا تو عالمگیر نے
 حکم دیا کہ راجہ بے شک کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دیجائی، وہاں سے جو جواب آئے اس پر
 عمل کیا جائے خود خانی خان لکھتا ہے،

”حکم بخوبی کہ حقیقت بے راجہ بے شک نوشته مارید ان جواب کے انچھے مصلحت صواب دیدا نہ ہعل آیا“

”سیوا بہ جرانہ آیا“

”مازٹ عالمگیری میں ہے،“

”مشور تضمیں ایں کیفیت بے راجہ بے شک اصدار یافت کا انچھے مصلحت دام عصر و حض دار و تنا“

”ب او مصالہ رود“

”بے شک نے جو جواب بھیجا وہ صرف اس قدر تھا، کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے،
 مازٹ عالمگیری میں ہے،“

”درین اثنا عصداشت راجہ بے شک نیز رسید کہ با وحد و قول دریان آور دہام گلشن از جنم
 آن مذکول ب اکثر مصلحت اقرب است“

چنانچہ اس عرضی کے آئندے کے بعد سیو اکی نگرانی کا جو حکم تھا اٹھایا گیا، اور وہ مطلق اخنا
کر دیا گیا،

میں نے بنارس میں ایک مشہور کالیست خاندان کے عہان ایک قلمی بیاض دیکھی
جس میں راجہ جے سنگھ کے وہ خطوط ہیں جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق
عالیٰ کو لکھے تھے، ایک خطا خاص اس معاملہ کے متعلق ہے، یہ خطاب ایشیائی عام طریقے کے موافق
بہت بلباڑا ہے، لیکن تمام خطوط میں یہ کہیں نہیں کہیں نہیں کیا ہے اس سے ہفت ہزاری منصب کا
وعدد کیا تھا اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے، صرف اس قدر ہے کہ اس کی خطا و اسی
یکجا ہے،

تمام موافق اور مختلف مورخوں نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سینھا جی (فرزند سیوا جی)
کے لیے پنج ہزاری منصب کی سفارش کی تھی وہ منظور ہوئی، اسی طرح فیتو جی (سیوا جی) کا داما دا اور سنگھ
کے متعلق پنج ہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی اور وہ منظور ہوئی،

جب یہ مسلم ہو کر جے سنگھ کی سفارشیں سینھا جی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئیں،
جب یہ مسلم ہو کر کوئی مولخ کنایہ بھی یہ دعوی نہیں کرتا کہ جے سنگھ نے سیوا جی کے لیے ہفت ہزاری
وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی، جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر فر جے سنگھ
سے حقیقت حال اور حصلہ پوچھی تو اس نے صرف عفو و تقصیر اور استھالت کی درخواست کی
توبہ اہتمہ ثابت ہو کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی امر و عدہ کے
خلاف عمل میں آیا، اسی بنابر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس سے

در بار میں سرزد ہوئی معاف کر دی جائے، چنانچہ کوتوال کو حکم دیا گیا تھا کہ سیدو احمدی کی نگرانی رکھی جائے وہ اٹھایا گیا،

خافی خان کا اعتراض کرنے والا کو منصب عطا ہوا تھا، سیدو اکواس سے زیادہ عطا ہونا چاہیے تھا، اما ظاہر لگتی ہوئی بات ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تعمیری میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ سینہ کو ایک درجے کا منصب عطا کیا جاتا تھا، اور جنکا بتدا کسی شخص کو پنجزاری سے زیادہ منصب نہیں مل سکتا تھا، اس لیے سیدو اکوبھی پہلی بی منصب دیا جاسکتا تھا، جن لوگوں کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہیں سب ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پونچھے ہیں، یہ قاعدہ کلیہ سیدو کے لیے توڑا نہیں جاسکتا تھا،

یورپیں موحنیں کا یہ دعوے کہ اگر سیدو اسے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقوہ بگوش بجا جاتا، کس قدر تاریخی شہادتوں کے خلاف ہے، سیدو اکی نام زندگی میں پابندی عمد کو نہ ادا کرے ہے؛ مغل خان کا دغنا باز انہ قتل، یہجا پورا اور گلگنڈھ کے ساتھ مکارانہ سازشیں، شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بخیری یہن چھاپے مارنا، کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے،

شدید آگاہ رہا از خوی آن بیداگر و حشی اگر بعد از وفات این کارہا کر دی چرمی کر دم تپھکلے بیانات سے اس قدر تو قطعاً ثابت ہو گی کہ ہمہ ٹھوں کو عالیٰ ملکیہ نہ ہیں چھڑا تھا، بلکہ شاہ جہان کو زمانے میں وہ اس قدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہ جہان کو تمام اپنی قوت ان کے مقابلہ میں صرف کر دینی پڑی تھی، اور اس نے اس نہم کے سر کرنے کے لیے خود کن کا سفر کیا تھا، یہ بھی واضح ہو چکا کہ عالیٰ ملکیہ کی فوج نے سیدو اکواس قدر دست پاچ کر دیا تھا کہ وہ بتحیا رکے بغیر سپہ سالار

کے پاس حاضر ہو گیا، یہ امر بھی تمام تلیرنی شہادتوں سے فضیل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیلوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی طرح سیلوا کے مرتبہ اور شان کے خلاف نہ تھا، اب گفتگو اس میں ہے کہ کیا سیلوا نے اپنی قوت قائم کر لی اور اخیر تک وہ عالمگیر کا حریف مقابل رہا اور اس کے مرینکے بعد اس کے جانشینوں نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا نظام درہم برہم کر دیا،

تمام یورپ میں مورخون کا بیان ہے کہ عالمگیر مرتضوں کے مقابلہ سے بالکل عاجز ہو گیا تھا، یمان تک کہ اس نے مرتضوں کو چوتھے یعنی دکن کے چھ صوبوں کی پوچھائی آمد نی دینی منظور کر لی تھی، افغانستان صاحب اگرچہ چوتھا دینے کے واقعہ سے منکر ہیں، اتا ہم لکھتے ہیں ”کہ اور نگز نیب کے سرداروں کے تغیر و تبدل سے سیلوا جی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا، اس لیے کہ راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیر خواہ تھا، علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی تلقین کامل تھا کہ لوگ بھی لاپٹھی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے، غرض کے ان ویسلوں سے سیلوا جی نے رفیق اس کو بنایا اور نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کروہ اس کی توقع سے خالی تھیں، چنانچہ بہت سا ملک اس کا اس کو واپس دیا گیا اور صوبہ براز میں اس کو جاگئی عنایت کی گئی اور راجائی کا خطاب اس کا تسلیم کیا گیا، اور سارے قصور وون سے چشم پوشی بر تی گئے“

مفصل بحثوں سے پہلے ہم دکھلاتے ہیں کہ یورپ میں مورخ کس طرح واقعہ کی صلی

حیثیت بلکہ دوسرے قالب میں ڈھال لیتے ہیں،

واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا بھاگ کر دکن پوچھا اور نامہ جلوس میں معظوم شاہ بھراہی جسونت سنگھ دکن کی صوبیداری پر امور ہوا تو سیوا بھی نے جسونت سنگھ کے پاس پہنچا کر اپنے بیٹے سنبھا بھی کو بھیجا ہوں اس کو فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے جسونت سنگھ نے یہ درخواست منظور کی، سیوا بھی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ معظوم شاہ کی خدمت میں بھیجا، چونکہ سنبھا بھی کو پہلے بھی بخیزداری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیوا بھی کے نظر بند ہونے کی حالت میں بھی وہ دبای کی حاضری سے روکا نہیں گیا تھا، بلکہ روزانہ حاضر ہو کر محابا جاتا تھا، اس لیے معظوم شاہ نے سنبھا کو بخیزداری منصب عنایت کیا اور صوبہ بار میں اس کو جاگیر عنایت کی، مائز الامر اجلد دو صفحہ ۳۷۸ میں ہے،

”بعد سیدن بادشاہزادہ ہمارا جسونت سنگھ بنیام کر کہ سنبھا پس خود رامی فرستم

پر منصب سرفراز شد، وابحیت بر کار امور پر داڑ دپس از پذیرا شدن این معنی پس زندگو

را پرتاب را و نامی کار پر داڑ و بحیت یک ہزار سوار فرستادہ بعد ملازمت پر منصب

بخیزداری بخیز رسوار و عطا می فیل باریاق مرصع دیوال دھوہ بار وغیرہ سر بلندی یافت“

یہی عبارت ہے جس سے لفظ میں صاحب نے واقعات مذکورہ بالا اخذ کیے ہیں لیکن اس سے کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے، سیوا بھی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت میں بھیجا اور درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہوا، عہدہ کی

بھالی اور جاگیر کا غایت ہونا دربار کی معمولی باتیں تھیں، سیکڑوں عمدہ دار جرم کرتے تھے، بريطن ہوتے تھے پھر معافی مانگ کر جاں ہوتے تھے اور ان کے منصب و جاگیر و اپس ملتے تھے، اس میں غیر معمولی اور غیر متوقع کیا بات ہے؟ لیکن افغانستان صاحب فرماتے ہیں کہ ”یہی یہی عمدہ شرط ہون پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خالی تھیں“، غیر متوقع شرطیں کیا تھیں، وہی عمدہ کی بھالی اور جاگیر، راجائی کے خطاب کا مائزہ امیرین ذکر نہیں، لیکن ہوتا بھی تو کیا؟ راجائی کا خطاب دربار میں چھوٹے چھوٹے عمدہ داروں تک کو ملتا تھا، سنبھا۔ یہی ای خطاب ملتا تھا، لیکن افغانستان صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سنبھا جی رئیس خود مختار تسلیم کیا گیا، ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سنبھا جی کو عطا بنا تھا، افغانستان صاحب اس کو سیلواجی کی طرف مسوب کرتے ہیں، سنبھا جی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی، جو معمولاً عمدہ داروں کو عطا ہوا کرتی تھی افغانستان صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس کا ملک اس کو واپس ہوا“، گویا عالمگیر نے اس کا صاحب ملک ہونا تسلیم کر لیا تھا، غور کرو ایک ذرا سی عبارت کے مطلب میں افغانستان صاحب نے کس قدر رقصفات کیے اور کس قدر توہن تحریفات،

چوتھکا یہ واقعہ ہے کہ دکن ہیں ایک مدت سے قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلہ اور فکر کے بجائے دیسکھ ہوتے تھے، یہ مالکزاری وصول کر کے سر کار میں داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولة کا دسوچار حصہ یا اس سے زائد ملتا تھا، سیلواجی اور اس کے جانشین سنبھا جی اور رام راجا جب مر گئے تو تارا بائی نے جو رام راجا

کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قائم رکھا، لیکن بالآخر عاجز اگر یہ درخواست کی کہ نور و پیغمبیر صدی پر سلکھی کا منصب عطا کیا جائے لیکن عالمگیر نے منظورہ کیا، خانی خان لکھتا ہے

”در او آخر خدمت خدا مکان (عالمگیر) ہر چند دکلائے تارا بابی رانی کر زن رام راجا باشد و بعد غوفت

شوہرتا ده دوازده سال دم مخالفت بادشاہ می زد تماں مصائب کو خطر عطا نہ نہ دن سردی سلکھی

شش صوبہ دکن پر مستور سر صدی رہو پیغمبر جمع آور دہ بود بادشاہ منقول راز غیرت اسلام و پیمان

اور دن بعض سبب قبول نہ نہ نہ دن، (خانی خان صفحہ ۱۰۷)

الفہشتمن صاحب بھی با وجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہیں کہ عالمگیر نے مہین

کوچھ وغیرہ دینا منظور نہیں کیا، اچنا نچھ لکھتے ہیں،

”اب بادشاہ کا حال ایسا تھلا ہو گیا تھا کہ کام بخیش کے سمجھانے بوجھا نے سے آشی کا نہ اہان

ہوا یہاں تک کہ اگر مہین کی بیوودہ درخواستون اور ناشایستہ حرکتوں سے آشی کی لکھا چڑی

منقطع نہ ہوتی تو گمان غالب تھا کہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محصل سے

فی صدی سالانہ اس طرح عنایت کرتا کہ اس کی بات کو بڑھنے لگتا“ صفحہ ۱۱۲۶

علامگیر کے بعد اللہ ہبز ما نہ بادشاہ راجہ ساہو کے دلیل نے ذو الفقار خان

کے ذریعہ سے سردی سلکھی کے سند کی درخواست کی، بہادر شاہ نے منقول بھی کر لی، لیکن

خود مہین کے آپس کی ناتاتفاقی کی وجہ سے ملتوی رکھئی، مولوی علام علی آزاد نے خدا دے

عامرہ میں غلطی سے لکھ دیا ہے کہ عالمگیر نے سد لکھ دی تھی، لیکن پھر اسکی راستے پھرگئی آزاد کی عبارت یہ ہے،

”آخر ای با شاہ بگشت و میر منگ را کہ نوز استاد حوال غنیم (درہ بہشہ) نکوہ بود بخوب طبیبہ“

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخون کے خلاف ہے تاہم اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹوں کی درخواست منظور نہیں کی، ان شہادتوں کے مقابلہ میں یوں یہیں موزخون کا بیان کس قد تر جب انگریز ہے، لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو سرد سکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتوں کو دیا جاتا ہے، بالکل اس طرح جس طرح یہاں انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودھری اور مکھیا ہوتے تھے، آج بھی دکن میں سیکھوں دیسکھو موجود ہیں، لیکن یوں یہیں مورخون نے اسکی تبعیر اس طرح کی کہ آج تمام تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہیں کہ عالمگیر نے دیکھ بطور خراج یا لکس کے مرہٹوں کو یہ رقم دینی منظور کر لی تھی، ان واقعات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا بخ سکstrup بدل جاتا ہے۔

چوتھیا دیکی کا منظور کرنا تو محض افتراء ہے تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا، مخالف کہ سکتا ہے اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو، لیکن مرہٹوں نے اس کی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے تھے، لفستان صاحب لکھتے ہیں،

”جون جون کدم رہے لوگ اور نگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قد راسکی مشکلات زیادہ ہوئی لگنیں یہاں تک کہ بھی کبھی دامن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے،

اور رسدون کو کامٹتے تھے اور موشیون کو سامنے سے اٹھا لے جاتے تھے اور چرکٹوں کو
مارڈا لئے تھے، اور ایسا تنگ پڑا تھا کہ جب تک قویِ حافظوں کا گروہ ہراہ نہ تو اس
تب تک اکیلا دو کیا چھاؤ نی سے باہر نہیں جا سکتا تھا اور اگر کوئی معمولی مکڑا فوج کا انکی
دوت دبک کے لیے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس کو مار پینے کر بھکارتے تھے یا بالکل
تباه کر دیتے تھے،

”عالمگیر کا پچھلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمد نگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اس کی ہاری تھسکی
اور ٹوٹی پھوٹی فوجوں سے سمجھا جا سکتا ہے اچنا چھائٹکر کی بھیڑ بھاڑا فسردگی پر مردگی اور
بے انتظامی سے تیجھے کو لوٹتی تھی اور بندوقجوں کی متواتر گولی چلانے سے کان انکے
بھرے ہو گئے تھے اور بھا لے والوں کے دھا ووں اور لالکاروں سے بہت گھبرا
گئے تھے، اور ہر وقت ان کوئی کھلکھل رہتا تھا کہ اب مرہٹوں کی طرف سے عام دھاوا
ہو گا اور ہماری بربادی کمال کو پوچھے گی“

ان واقعات کے طے کرنے کے لیے ہم کو پہلے سیلواجی اور اس کے جانشینوں نکی
محض تاریخ پیش نظر کھنی چاہیئے،

سیلواجی جب اکبر آباد سے نکل دکن پونچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے
شاہی علاقوں پر غارتگری شروع کی اور متعدد قلعوں پر قابض ہو گیا، عالمگیر نے
اس کی تنبیہ کے لیے وقتاً فوقاً فوجیں متعین کیں جو کبھی فتح پاتی تھیں اور کبھی نکست
کھاتی تھیں بالآخر سنہ ۱۶۹۳ء جلوس مطابق سنہ ۱۶۹۴ء میں سیلوالے وفات پائی، سیلوا

کے بعد اس کا بیٹا سنبھا جی باشین ہوا، اس نے برہان پور پر دفتہ حملہ کر کے نہایت سفا کی و
بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگادی، علماء اور مشائخ برہان پور نے ایک محض طیار
کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ مالک اب دار الحرب ہو گیا، اور اب یہاں جمیع اور جماعت
جائے نہیں،

عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی خسروتوں پر چند ان تو جانہیں کی تھی، لیکن اس واقعہ
نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں ۲۵ جلوس میں وہ دکن
کو روانہ ہوا اور اونگ آباد میں قیام کر کے اپنے بڑے بیٹے مغلظ شاہ کو مرہٹوں کے استیصال
کے لیے روانہ کیا، مغلظ شاہ کو کن کے تمام علاقوں کو پاہل کرتا ہوا انتہا پر حد تک پونج گیا
لیکن آب وہا کی ردا رت اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اور ملوثی تباہ ہو گئے اور
بالآخر عالمگیر نے اس کو واپس بala یا، اس کے بعد وقتاً فوقاً وجہ متعین ہوتی رہیں، لیکن
چونکہ سنبھا جی کو بیجا پو اور حیدر آباد سے مدعا تباہ تھی، عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے
توجه ہنا کہ حیدر آباد کی طرف رُخ کیا، اور اس کو فتح کر کے مالک مقبوصہ میں داخل کر لیا،
اس نجم سے فارغ ہو کر ۲۵ جلوس مطابق سال اللہ میں مقرب خان کو سنبھا
کے استیصال کے لیے روانہ کیا، مقرب خان نے کو لاپور میں پونچکر مقام کیا، یہاں اس کو
خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگیز میں مقیم ہے، اگرچہ مقام کو لاپور سے ہم کو
کے فالی پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذا ر تھا کہ جا بجا مقرب خان کو گھوڑے سے اتر کر
پیادہ چلنے پڑتا تھا، تاہم اس تیزی سے میخار کرتا ہوا پونچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ نے پایا اور

مقرب خان نے اس کو جالیا، چونکہ مغرب خان کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے، سنبھا
نے مقابلہ کیا لیکن شنکست کھانی اور سیاحوں کے زندہ گرفتار ہوا، چونکہ سنبھا سخت سفاک
اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفرا کیوں اور پیر خان غایرگریوں سے مالان تھے
اس لیے جب اس کی گرفتاری کی خبر شہر ہوئی تو تمام ملک میں خوشی کے غلظے بنند ہوئے،
جب وہ پابند نجیب عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر کر رہا تھا شریف عورتین تک
گھروں سے کل آتی تھیں اور خوشیان کرتی تھیں، خانی خان لکھتا ہو،

”از زمان مستورات گرفته تا مردان دست و باختہ از خوش و نیتی این خبر خوب نبوده تا دہنبل

بـ تماشا برآمدہ شنکر گویان استقبال نموده بودند، و در ہر قصبه و دیہات سڑاہ و اطراف

ہر جان بھری رسیدہ دہل شادی نواختہ گردید و ہر جا گذری نمودند، در و بام پاز زدن و مگشہ

شادی کنان تماشامی نمودند“

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رو رُزو عالمگیر کو
سخت کایا ان دین عالمگیر نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلو کر قتل کر دیا گیا،
اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عالمگیر کے پھاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک منتشری و قہقہہ
ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی،

سنپھا کے ساتھ اس کا بیٹا سا ہوا اور اس کی ماں بھی گرفتار ہوئی تھی، عالمگیر نے عموم
پر ایسی فیاض دی اور دعوت حوصلہ سے کام لیا جس کی نظری تاریخوں میں بہت کم مسلکتی تھی،
اس نے سا ہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا

اور اس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور خوبی مقرر کیے اور حکم دیا کہ اس کا خمیہ ہمیشہ شاہی خمیہ کے
باعتھ ایسا فیکیا جائے، اس کے پھوٹے بھائیوں یعنی ڈلن سنگھ اور او وھو سنگھ کی بھی سیطح
قدراً فوائی کی

بے شبہ یہ برمی فیاضی کا کام تھا لیکن دور تھا خانی خان نے سچ
لکھا کیا فتح کی شتن و پنجگانہ داشتن تھا

ہندوؤں کے نہبہ میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے اس بنا پر سما ہو صرف
مٹھائی اور سیوہ جات پر سب کرتا تھا، عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید الدین خان کو بھیجا کہ
جا کر سما ہو سے کوئہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو اس لیے تم کو بے تکلف کھانا چاہئے،
عالمگیر کو اس کے مخالف مستحصہ اور تنگ دل کہتے ہیں، لیکن اگر تھب اسی کا
نام ہے تو ہزاروں بے تھبیاں اس پر نشانہ کر دینی چاہیں، عالمگیر کا برتاؤ خیر تک سما ہو
کے ساتھ مہبیانہ اور فیاضانہ رہا، چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گوسما ہونے خود مختاری
کا علم ملند کیا، لیکن عالمگیر کے احسانوں کا پھر بھی اتنا اس کو پاس تھا کہ سب سے پہلے
اس نے عالمگیر کی قبر کی جاکر زیارت کی،

سلطان ہاکے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد توغولیں

۱۶۔ خان صفحہ ۳۸۹،

۲۷۔ آخر عالمگیری صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ کلکتہ،

۳۷۔ آڑالا راجہ جلد دوم صفحہ ۳۷،

شاہی فوج کو سخت شکستیں دین، اس کی فوج کے دو بڑے سردار سنیا اور دھلتا تھے جو دس دس بارہ بارہ ہزار جمیعت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے، اور ان کا اس قدر رعب چھاگیا تھا کہ بادشاہی افسران کے مقابلے سے جبی چرانے لگے تھے،

عجال الفون نے ان واقعات کو بڑے آب ورنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہ حال فتحیہ یہ کہ اللہ میں سنیا مقتول ہوا اور رام راجا جو اپنے مقبوضہ مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد برآر کے علاقے میں قصبات اور دیہات کو لوٹتا پھرتا تھا، اللہ میں مر گیا رام راجا کے بعد اس کی بیوی تارابائی نے مر ہوں کی سرداری حاصل کی اور رام راجا کی طرح اس نے بھی عالمگیر کو مدتوں پر پیشان رکھا،

اب عالمگیر نے قطعی ارادہ لیا کہ مر ہوں کا باکل استیصال کر دے، اس کے لیے سب سے مقدم یہ امر تھا کہ مر ہوں کے قلعے جوان کی جانے پناہ تھے فتح کر لیے جائیں، یہ قلعے ایسے محفوظ بلند مستحکم و رچاروں طرف سے غاروں اور خندقون سے گھر ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا، بعض بعض دو دویل کی بلندی پر واقع تھے، راجہ کا قلعہ جو سیواجی کا گویا پا سے تھت تھا، اس کا دوبارہ میں کا تھا، راستے اس قدر دشوار گذا تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا، میں پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہیں،

کوچ کی حالت میں ناگُنِ العبور دریا و ایک سیلانی وادیوں پر خلاف ناون اور رنگ راستوں نے کس قدر لکھکیفین دی ہوئی، جہاں سامان رسدمیانہ ہوتا تھا، اس کو ٹھہر جانا ہوتا تھا

اور جا رہ گھانس کے نہ ملنے سے جانور وون اور بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی، کہ فرج

بے دست و یا ہو جاتی تھی، برسات کے سوا گزیون میں منزول کی ختنی، خیون کی ہاذیت اور

پانی نہ ملنے کی صیبت بیان سے باہر ہے،

عالملگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی تاہم اس جوان تہمت بادشاہ نے بذات خود

اس نعم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کے فتح کر لیے، لفظ من صاحب نہ لے
نگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہیں،

اور نگ زیب اپنی چالوں پہنچے گیا، یہاں تک کہ اگلے چار برس میں سارے ٹبرے

ٹبرے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ بہت سے محاصروں پہنچ ڈرے اور خونوں کے

پیاسے واقع ہوئے اور دونوں طرف سے طرح طرح کی تبدیلیں اور بھانت بھانت کی

فلتمیں بر تی گینین، مگر وہ تبدیلیں ایسی متواتر مردہ بعد اختری واقع ہوئیں کہ تفصیل ان کی بغایتی

مشکل بلکہ غیر ممکن ہے، ہاں انجام ان کا یہ ہو کر وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے۔

غرض شالمنہ مطابق شمس جلوس یعنی عالملگیر کی وفات سے دو برس قبل

مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے اور عالملگیر نے دیوالپور میں جو دریائے کرشنا

کے قریب ہے قیام کر کے حسین چلچخ خان کو اس کام پر معین کیا کہ تمام کم میں ان مان کی منادی کرائے اور رعایا کو رغیب دیجئے کہ اپنے اپنے گھر پر اکابر اباد ہو جائیں،

مرہٹے اب بالکل بے خانمان ہو گئے تھے اور خانہ بد و شر ہو کر ادھر ادھر قراون اور

سلہ یا یخ لفظ من صاحب بیوہ معلیٰ رہ صفو، ۱۱۳۷ آثر عالملگیر صفحہ ۵۰۰،

ڈاکوون کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے، جب کوئی نیا ملک مفتوج ہوتا ہے تو عموماً مدت تک
یہ حالت باقی رہتی ہے، برحال اجنب اُنگریزی گورنمنٹ فتح کیا تو باوجود واس کے کہ انہی پون
کے پاس جنگ کا کوئی سرو سامان نہ تھا تاہم کئی برس تک اس قسم کی بہمی قائم رہی جس کی
پاداش میں انگریزی فوجیں دیہات اور قصبات کو الگ لگاتی پھرتی تھیں، خود ہندوستان
میں ابتدائی عملداری میں متوں تک پنڈارے کی کئی سویل تک کے دھاوے کرتے پھرتے
تھے اور اس وقت تک امن قائم نہ سکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جایہ دین کی
راصنی نہیں کیا،

اس سے بڑھ کر تعصیب اور زنا اضما فی کیا ہو گی کہ یورپیں تو رخ ان قراتیوں کو اس
صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف
نوچنے لگے تھے، **لفشن صاحب** لکھتے ہیں،
جون جون کرم ہٹے لوگ اور نگ ریب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر شکلات
اس کی زیادہ ہوتی گئیں بیان تک کہ کبھی کبھی دامن لٹکتا کلوٹتے اسی تھے، اور سد نکو
کاشتے تھے اور موشیوں کو سامنے سے اخالیجاتے تھے، اور پرکٹوں کو مارڈا لئے تھے اور پروچوکی
والوں سے نوک جھوک کر جاتے تھے، اور ایسا نگ پکڑا تھا کہ جب تک قومی محافظوں کا گردہ ہمراہ
نہ ہو، تھا تک اکیلا دوکیلا چھاؤئی سے نجا سکتا تھا انہیں

لفشن صاحب نے گودہ ہٹوں کی قوت اور عالمگیر کی بے بسی کو بڑے آب نگ
سے دکھانا چاہا ہے لیکن ہٹوں کے جواہ صفات بیان کیے یعنی رسید پڑا کم ڈالنا، موشیوں کو

اٹھا لیجا تا، پر وہ چوکی والوں کو چھپڑنا، چر کٹوں کو مارٹا اور ٹوہنی ڈاکوں اور رہزوں کا وصالت
ہیں، آج اس قوت و تسلط پر سرحدی مقامات میں خود انگریزی گونش کے ساتھ سرحدی
تھوین اس قسم کی شرائیں کرتی ہیں کیا اس سے انگریزی گونش کی مذوری اور سرحدی
تھومن کا نسلط اور استیل اپنے بست کیا جاسکتا ہو،

یہ بات ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کسی طاقت و حکومت یا قوم کا استیصال، فتح نہیں ہو سکتا،
اوے پور کی ریاست کو پا پہنے سخت شکست دی، لیکن اکبر کے زمانے میں اس کی وہی قوت
موجود تھی، اکبر نے پڑے نور شور سے حاکیا اور ہمیں ان کے محاصرہ کے بعد، اوے پور کو کامل
طور سے فتح کر لیا، ہمارا نانے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پاہلی تاہم چھاٹکیمیر کے زمانے
میں اوے پور کا پھر وہی شباب تھا اب شاہ جہان ولیمہدی کی حالت میں گیا اور اس زور
شور سے لڑاکہ ہمارا نانے سپرڈالدی اور اپنے نیٹ کرن کو اظہار اطاعت کے لیے دربار میں
بیجا، اکبر نے دربار میں اکر چھاٹکیمیر کو سجدہ کیا لیکن جب شاہ جہاں خود تخت پر بیٹھا تو یہ کی
ہوئی گردان پھر بلند تھی، شاہ جہاں نے دوبارہ یہ نجم سرکی، لیکن عالمگیر کے زمانے میں
اوے پور وہی اکبر کے زمانے کا اوے پور تھا، البتہ عالمگیر نے پر در پر چھلوان سے
اس کو بالکل تباہ کر دیا اور وہ پھر کبھی سرہنہ اٹھا سکا،

مرہٹہ شاہ جہاں کے زمانے میں پوری قوت حاصل کر کے تھے، دکن سے مدرس
تک پھیل گئے تھے، اسیکروں نہایت مضبوط اور سرفراز قلعے ان کے قبضے میں تھے، ان
سب باتوں کے علاوہ وہ ایک جدید زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ اس کا عین عزم شباب

تحا اسی حالت میں عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا، اب دیکھنے تھے کیا ہوا یہ ہوا کہ عالمگیر کے جستی جی، سیلو امر گیا سنبھالا را لگیارا م راجا اور گی اور صحرانور دی کی نذر ہوا، سختا کا سرٹکٹر دربار میں پہنچا، غرض علم بداران بغاوت ایک ایک کر کے ٹھادیے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لیکر مدرا س تک سناٹا ہو گیا،

یق خاری نیست کرخون شکاری سنجست ۲۷ فتنہ بود آن شکار افگن کر زین صحراء داشت

اب مرہٹہ کوئی حکومت، یا کوئی قوم نہ تھی بلکہ خانہ بدشہن تھے جو ادھر ادھر اور ہھتے تھے اور موقع پاکر چوری چھپے لوٹ مار کرتے رہتے تھے عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اٹھ گیا اب یہ اس کے چانشیتوں کا کام تھا کہ ان اڑتے ہوئے ذرولن کو بھی فنا کر دیں لیکن خوبی نیست سے تمور کی منظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے در و مورخون نے نالائق اختلاف کا الزام بلند پایہ اسلام کے نامہ اعمال میں لکھا اس سے طھکل کیانا انصافی ہو سکتی ہو؛ اب یہ حالت ہے کہ اسکوں کا ایک ایک پچھبیس کے منھستے دودھ کی بوآتی ہے عالمگیر نکتہ چینی کے لیے طیار ہے لیکن درحقیقت ان نادانوں کا قصہ نہیں

قلغم از عشوہ نامی ہست کہ من می دافم سرائیں فتنہ ز جائے ہست کہ من می دافم

عالمگیر اور مرہٹہ و

عالمگیر کی فدو قواردا د جرم کا یہ تیسرا نمبر ہے، لیکن یہ جو مجاہد جرام کا مجموعہ ہے، یعنی عالمگیر نے اپنے طاعن سے راج پوت نگیون کو جواب تک حکومت تمور کے دست و بازو

تھے ناراض کر دیا،

(۲) - عالمگیر نے عام ہند و ون کو ناراض کر دیا،

پسے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

"وہی قوم راجپوت جا اور نگ رزیب کی آغاز حکومت میں سلطنت غلیہ کا داہنا باڑ

تھی، اب اس طرح علیحدہ ہونی کے پھر ملنے کی توقع نہ رہی، اجنب تک اکبر کے تخت

پر یہ ٹردادیں دار تکمن رہا اس کی حمایت و خاطلت میں ایک راجپوت نے بھی اپنی

امانگی بلانا نچاہی"

اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہے،

شہزادہ میں اور نگ رزیب کے سب سے زیادہ دوست لیکن سب سے زیادہ

زبردست راجپوت راجبے سنگھ نے انتقال کیا، دوسرا مشہور راجپوت جزل

جسونت سنگھ کا بیل میں گورنری پر تھا اور اس کے مرنسے کے دن قریب اگر ہے

تھے، آخر کار اور نگ رزیب آزاد ہو گیا کہ ہند و ون کی پامالی کی حکمت علی کو جو

ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے اس وقت ہندو کسی طرح تائی

نہیں گئے تھے اور نہ کوئی ندیہی روک لوک عمل میں آئی تھی، لیکن اس میں شک

نہیں کہ اور نگ رزیب اپنے جوش اسلام کو دل ہی دل میں پروردش کر رہا

تھا کہ بلا خوف نقصان کافروں کے مقابلے میں اس کے اظہار کا وقت آئیے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۶۹ء میں یہ گھٹاٹھی،

اور نگزیب نے ایک اور کوتاہ اندریش کارروائی جسونت سنگھ کے معاملہ میں کی، اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونوں نیٹے قلم کے لیے دہلی میں بھیج دیے جائیں اور بٹیک وہ اس کی نگرانی میں مسلمان کر دیے جاتے، راجپوتون نے اس کی تعییں نہ کی اور حب راجپوتون نے سننا کہ اور نگزیب نے وہی قیم اسلامی ملکسی یعنی جزیرہ از سر نوہ رائیک ہند پر قائم کر دیا اور تو ان کے خصہ کی کوئی انتہا رہی،

یورپین مورخون کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت پا در ہوا ہوتے ہیں، اور اس لیے ان کا جواب دینا نہایت آسان بات ہو لیکن با اینہ جواب دینے والا سخت مشکل میں پڑ جاتا ہے، یورپین موجیں ایک اعتراض کے بیان کرنیں جو خود غلط ہوتا ہے پے در پے اور بہت سے جھوٹ ملا تے جاتے ہیں، جواب دینے والا ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے، وہ اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نکایاں ہوتا ہے مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤں کے ہجوم پر بُخت اس کو طیش آ جاتا ہے اور بجا کے اس کے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھا صل و افعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو گھسنے سے بے قابو ہو جاتا ہے،

خود مجھ پر یہ اثر پڑا ہے، لیکن میں ان ہر لفیون کو یہ موقع نہ دون گاہ کہ وہ میرے طیش و غضبے فائدہ اٹھائیں یورپین مورخون نے ہندوؤں کی ناراضی کے جو اسباب بتائے ہیں ان میں خلط بحث ہو گیا ہے یعنی مذہبی اور پولیٹیکل باتیں مل جل گئی ہیں اسی

مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیے ضرور ہو کہ دونوں سے الگ الگ بحث کیجائے
پہلے ہم پٹھکیل اسباب سے شروع کرتے ہیں،

ہندوؤں کے زورو و قوت کے تین مرکز تھے، بھے پور، جودہ پور اور ما اور
اوو سے پور، ان میں سے بھے پور اور جودہ پور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اوو سے پور
کی یہ حالت تھی کہ باہر سے لیکر شاہ جہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اس کی گردان
جھک جاتی تھی، لیکن جب حملہ اور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بخاتا تھا
شاہ جہان نے جب بیماری کی حالت میں دارالاشکوہ کو ولیعہ بننا کر اس کو سیاہ و سپدید
اماں الک بنادیا تو اس زمانے میں بھے پور اور جودہ پور کے جانشین راجہ سے سنگھ
اور حسوبونت سنگھ تھے، عالمگیر جب دکن سے اکبر آباد کو چلا تو دارالاشکوہ
کی طرف سے حسوبونت سنگھ ایک فوج گران لیے ہوئے اور جین میں پڑا تھا،
عالمگیر نے نہایت الحلال سے کملابھجا کر میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو
جاتا ہوں تم سدرہا نہ لیکن حسوبونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معركہ ہوا، حسوبونت
نے شکست کھانی اور بھاگ نکلا، عالمگیر رجب چتر حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے
ہی سال حسوبونت سنگھ نے عفو و قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فاض دلی
سے معاف کر دیا شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معركہ پیش آیا تو عالمگیر نے
حسوبونت سنگھ کو فوج برانگار کا افسر مقرر کیا لیکن حسوبونت سنگھ نے پہلے سے فرزان
شجاع سے سازش کر لی تھی، چنانچہ جب دونوں فوجیں آئنے سامنے مقابل پڑی

ہوئی تھیں تو حسونت سنگھ رات کے پچھلے پر دفعتہ اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا، اس کی فوج نے شاہی اسباب و خزانہ پرستہ اڑی کی اور اس قدر بڑھی ہوئی، کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب حسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جامی یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لیے صرف عالمگیر کا دل و دماغ درکار تھا، عالمگیر کی جبیں استقلال پر ٹکرنا تک نہیں ٹھیک اور اس بے سرو سامانی پر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا چند روز کے بعد حسونت سنگھ کا جب کہیں ٹھکانا رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا، عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا، اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا، عالمگیر نے غایباً اس کا منصب اور خطاب و جاگیر بجا کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور تو قاً فو قاً اس کو ٹبری ڈری مہات پر ماورکیا، یہاں تک کہ وکن میں سیلو اجی کے مقابلے پر بھیجا لیکن یہ غذائیہ بھی اپنی فطری عادت سے بازنہ رہا، افغانستان صاحب لکھتے ہیں، راجہ حسونت سنگھ شاہزادہ معظوم کی طبیعت پر حادی اور باوشاہ کی نسبت ہندو کا زیادہ خیر خواہ تھا، علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی لقین کامل تھا کہ وہ لو بھی لا لچی ہو اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہو، غرض کہ ان وسیلوں سے سیلو اجی نے اس کو اپنارفیت بنایا۔

۱۶ یہ تمام حالات الگ چھ خانی خان وغیرہ تمام تاریخیں میں ہیں لیکن مسلسل امدادیں و مفصل ترقہ ما ترا لامر اجلدیں ہیں بڑے ترجمہ تاریخ افغانستان مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۱۰۵، ما ترا لامر اسے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے،

جسونت سنگھ نے اسی پر اتفاقاً نہیں کیا بلکہ راوجھاً و سنگھ ہاڑا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس نہم میں اس کا شرکیہ تھا، اپنے ساتھ شرکیہ کرنا چاہا اور حب اس نے نک حرامی سے انکار کیا تو اس کی بین کو جسونت سنگھ کے عقد نکاح میں تھی، وطن سے بوا کرنیج میں ڈالا، لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نک کوترا بست پر مقدم رکھا، ماثر الامر امین او بھا و سنگھ کے تذکرہ میں لکھا ہے،

”چون ہشیرہ راوجھا و سنگھ بست مہاراجہ (جسونت سنگھ) بود مہاراجہ زن خودا از وطن طلب داشتہ و اسطہ نمود کہ باوے ساز موافق تکوک نایا مارا او بھا و سنگھ حق نک مقدم داشتہ تن بوقتش درناد،
بالآخر جسونت سنگھ کابل کی نہم پر مامور ہوا اور سُسہ جلوس عالمگیری میں قضا کر گیا،

جسونت سنگھ جب مر اتو اس کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اس کے کارپڑا زون نے دربار میں اطلاع دی کہ اس کی دونبیوں کو حمل ہے، لاہور میں پونچکران لوگوں نے دربار شاہی میں روٹ کی کہ دونوں بیویوں سے دولٹ کے پیدا ہوئے، اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکوں کو منصب اور ریاست اور خطاب عطا کیا جائے، عالمگیر نے فرمان بھجا کہ دونوں کو دربار میں بھیج دو جب وہ سن تیز کو پونچپن گے تو خطاب اور منصب عطا کیا جائے گا، ماثر عالمگیری میں ہو،

”و حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ ہر دو پسر را بہ درگاہ سپه بارگاہ بیارند و ہر گاہ پسراں بہ سن تبیز“

خواہند رسید بنا یت منصب و راج فوازش خواہند یافت،“ صفحہ ۱۷۷

تیموریون کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ والچھوٹے بچے
چھوڑ کر مرجا تھا تو بااد شاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامن ترسیت میں پالتا تھا اور شہزادوں
کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا، اسی اصول کے موافق عالمگیر نے حسونت سنگھ
کے بچوں کو طلب کیا تھا لیکن حسونت سنگھ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اس کے افسوس
پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ انہوں نے شاہی حکم کے وصول ہونے کا انتظار بھی
نہ کیا اور دل کی میطاف روانہ ہو گئے دریائے انہک پر میر تحریر نے اس بنا پر روکا کر پرواہ را ہدایت
دکھاوا، اس پر آمادہ ہجّنگ ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بزور دریا کے پار
اُترے، دارالسلطنت کے قریب آئے تو انکی گستاخانہ اور باغیاد حرکات کی بناء پر عالمگیر
نے حکم دیا کہ شہر سو باہر مقام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمیعت کے ساتھ ان کو نظر
رکھے چند روز کے بعد چند راجپوتون نے وطن جانے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے
منظوری دی، ذریب کار دھوکا دیکر حسونت سنگھ کے بچوں کو چکے چکے اڑا لیکنے
اور ان کی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے چونکہ یہ ایک اہم محبت طلب واقعہ ہے جس پر آیندہ
و اقuated کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس لیے ہم مزید اعتبار کے لیے خانی خان کی اصلی
عبارت نقل کرتے ہیں،

”و بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ عتمان جمالت کیش ہمراہ اور ہر دو پسر خور دسال راجہ راک در آخر عمر

ہمان دو فرزند بہ اس کا جمیت سنگل دلتمن داشت میں رانی بہراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار
 حضور کشند یاد شناس و رضاۓ صوبہ دار حامل نایندروانہ حضور شد م بعد کہ پہ جراہ ک
 رسیدند میر جبڑہ علامت عدم دستک مانع آمد با او بہ پر خاش پیش آمدہ کارہ فسا دشتن و
 زنجی ساختن میر کو رو جمعہ رساند یہ سچنگی عبور بنودند بعد ازان کز زدیک دار الخلافت
 رسیدند ازان کہ آزادا ہائے خارج سابق جسمونت غبار طال و خاطر مبارک جا گرفتہ بود
 دا ان شوچی را چو یہ علاوه آن گریجو فرمودند کہ تزویک شہر طوف بارہ پلہ فرود آرند و کوتاں
 را مامور ساختند کہ مردم خود را با نجیع از منصبداران و تعلیمی توب خاذ اطاعت نیمائے
 والبستگان راجہ ہیکی نشانہ بہ طبق نظر بند نگاہ دارند اخ

جسمونت سنگل کے افسر جسمونت کے بچوں کو لیکر جو وہم پور پونچے اور مهارانا
 ادیپور نے اُن کو اپنی حمایت میں لیا عالمگیر نے ہمارا تکو فرمان بھیجا کہ باعیون کی حمایت
 سے دست بردار ہو جائے اور جسمونت کے بچوں کو حوالے کر دے ہمارا نماز
 نہ مانا، اس پر عالمگیر نے جو وہم پور فوجیں بھیجن اور بالآخر ہمارا نماز اطاعت قبول
 کی اور اقرار کیا کہ جسمونت کے بچوں کی اعانت نہ کرے گالیکن ہمارا ناہبست جلد
 اس اقرار سے پھر گیا، اب عالمگیر نے اس کے انتقام کے لیے ہر طرف سے فوجیں
 طلب کیں اور اپنے بچوں نے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے او پیو کریف
 روانہ کیا لیکن ہمارا نمازے اکبر کو یہ ترغیب دلا کر کہ ہم آپ کو باشاہ تسلیم کر لینگکے آپ خود
 ملے اسکے بعد کا واقعہ چونکہ چر ان اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اس لیے ہم نے دعا برات نقل نہیں کی،

تاج و تخت کا دعویٰ کیجیے اکبر کو توڑ لیانا خلف شہزادہ بہزاد فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلے کو ٹھا، عالمگیر کی باب میں اسوقت صرف ہزار سوا تھے لیکن اس کا تسلیم
میں فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر نکست کھا کر بجا گیا،

سلسلہ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی کیجانی پیش نظر ہونے کے لیے ہم نے
واقعات کو سادہ طور سے لکھ دیا اب امور ذیل تفیق طلب ہیں،
۱۔ کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستوں کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جسکی وجہ سے
وہ بغاوت پر مجبور ہوئے،

۲۔ کیا عالمگیر ان راجپوتون کو زیر نہ کر سکا،

۳۔ کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لیے عالمگیر سے الگ ہو گئے،
یورپیں مورخون کی رائے کے موافق ان سوالوں کا اجمالی جواب یہ کہ عالمگیر
نے خود راجپوتون کو چھپڑا اور ان کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر ان سے اچھی طرح عمدہ بر
نہ ہو سکا اور راجپوت ہمیشہ کے لیے تمیوری حکومت کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے
اوپر یہ تفصیل گذر چکی کہ راجپوتون کے تین مرکز تھے ان میں سے جو پور تو ہمیشہ مطبع
رہا افغانستان صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

جبکہ راجپوت راجاؤں نے مجملہ اپنے گرد ہوں کے ایک راجہ کے گھر اسے پر ایسا زور

اور ظلم دیکھا اور جزیہ کی تاگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس میں تفرق

ہوئے تک راجہ رام سنگھ بے پور والا جسکے گھر انے کو بادشاہی خاندان سے رشتہ

ناتون اور کئی پشتوں سے معزز عدوں کی بدولت مخفبوطاً اور مستحکم علاقہ تھا ان سے

مستثن رہا۔“

اب صرف چودھ پورا درادیو رہے چودھ پور کا رئیس حسنوت سنگھ تھا اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاو کیے وہ یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ بر سر مقابلہ آیا عالمگیر نے فتح پا کر اس کو معاف کر دیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی ٹڑائی میں نہایت غذارانہ طریقے سے رات کو چھپکر شمن سے جاما جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم و برہم ہو گئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کر کے وکن پر بھجا وہاں سیلو اجی سے سازش کی اب اس کے مرے پر راجبوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا یہاں بہبچے والی ریاست بنادیا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ ہس کو دربار میں بھیج دسن شور کے بعد ہم کو سب کچھ ملیں گا۔ راجبوت جواب کا بھی انتظار نہیں کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عمدہ دارون کو مارتے دھاڑتے دلی پوچھتے ہیں عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہی ان تمام واقعات میں کوئی بات انصاف کے خلاف ہے،

الْفَسْطِلْنِ صاحب فرماتے ہیں کہ جب راجبوت راجاؤں نے منجلہ اپنی گروہوں کے ایک راجہ کے گھر انے پر ایسا ظلم دیکھا آخر یہ کیا ظلم تھا کیا حسنوت سنگھ کے ساتھی راجپوں کا اعلیٰ ایسا تھا کہ عالمگیر ان پر بالکل اعتماد کر لیتا ہے کیا صغیر سن پھر کجا لے تفصیل ان واقعات کی اور پرگز رکھی ہے،

در بار میں بلا نا کوئی ظلم کی بات تھی کیا راجپوتون کا بغیر شاہی اجازت کے دار السلطنت
کا قصد کرنا عدل حکمی نہ تھی کیا میر جہر کا انکور و کنامیہ جہر کے فرائض منصبی میں داخل تھا کیا میر جہر اف
شاہی ملازمون سے مقابلہ کرنا با غایہ حرکت نہ تھی، کیا ان سب حرکات کے بعد ان کا
نظر بند کیا جانا عدل و انصاف کے خلاف تھا؟

لین پول صاحب راجپوتون کی عدوں حکمی اور بینی کی وجہی بتاتے ہیں کہ
جب وہ سنت سنگھ کے پچون کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے
پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی عالمگیر نے خاص
اپنی نگرانی میں رکھا شاہی خیمنے کے برابر اس کا خیمه کھڑا کرایا، اس کو ہفت ہزاری
کام منصب او خطا ب و نوبت و علم عطا کیا اور یہ برنا اور اخیر عمر تک قائم رکھا باوجود اسکے
اس کو کسیوں مسلمان نہیں کیا، سیواجی کا پوتا تو جب وہ سنت سنگھ کے بیٹوں سنے یاد
جبر و ظلم کا مستقیم تھا،

ایک اور وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ راجپوتون کو جزیرہ لگانی
خبر پوچھی جسکی اس لیے اُن کے غصے کی کوئی انتہاء رہی، جزیرہ کی بحث مذہبی امور
کی بحث میں آگے آئے گی اس لیے ہم اس کو نہیں چھپریتے،
دوسرا اتفاقی طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتون کو زیر کر سکا یا نہیں لین پول
صاحب لکھتے ہیں؟

” راجپوت سانپ کو بلکہ ساخراش تو لگ گیا لیکن وہ مرانے تھا جنگ کا سلسہ جاری رہا

آخر کار او دیپور کے رانے جس کو راجپوتون کی طرف سب سے زیادہ نقصان
 پوچھا تھا اور ننگ زیب سے ایک معز صلح کرنی کیونکہ اس جنگ سے اب
 اور ننگ زیب عاری ہو گیا تھا۔ اس صلح نامے میں نفرت خیز جزیہ کا تام تک بھی
 نہ آیا لیکن رانک کا پنے ملک کا قبیل جزاں فعل کے پاداں میں کروہ شاہزادہ اکبر
 کا شریک ہو گیا تھا دینا پڑا۔ او دیپور کے رانے تھوڑے ہی دونوں میں شرائط
 صلح نامہ پر پانی پھیر دیا،

اللہ اکبر! ان چند سطروں میں کس قدر جھوٹ کا انبار ہے،
 الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں،

خداورنگ زیب کو ایسی ٹرائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ تدبیر حکمت
 سے اُو نے پور کے راجہ کو آشنا کی درخواست پر آمادہ کیا اور جبکہ درخواست اُسکی طرف
 سے گذری تو فی الفور اُس کی طرف توجہ کی چنانچہ جزیہ سے اغراض بر تاگیا اور ملک کے
 جس ٹکرے کو جزیہ کے معاوضہ میں لیا تھا اکبر کی اعانت کے جہا نے میں رکھا گیا،

لیکن واقعیہ ہے کہ جو دھپور اور اوڈے پور دونوں ریاستوں کو عالمگیر
 کی فوجوں نے پامال کر دیا اور ہمارا ناما اوڈے پور اپنے مقرب سے بھاگ کر انہائے
 سرحد تک پہنچ گیا، آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شاہزادہ محمد عظیم کے ذریعہ سے
 سفارش کرائی پر گنہ ماند اُل پور اور بدھنور جزیہ کے عوض من دینے منظور کی عالمگیر
 نے پھر اپنی فیاض دلی سے کام بیا اور ۲۳ ستمبر جلوس میں جب رانا دربار میں حاضر ہوا

تو خلعت و خطاب اور پنج بزاری منصب عطا کیا مانش عالمگیری میں ہے
چون رانا زمک و سکن راندہ شد۔ و تاجر حدش گرجت۔ مفرسے جزو زینار جوے
و امان طلبی اور انعام بدمان استشقاع بادشاہزادہ کریم عطا پیشہ محمد عظیم دست عجز و
ضراعت در آویجت و گذرا نیدن پر گنه مانڈل پور و بدھنور را عوض جزیہ و سیلہ عفو
جرمیہ آور و ملازمت بادشاہزادہ را ذریعہ بختیاری خود اندر شید الٰہ

مانش الامراء میں ہے

چون راتا اودے پور راخالی گذاشتہ راہ فرار نو د فوجی بہ سر کرد گی حسین علی خان
بتعاقب او تعین شد و پسر محمد عظیم شاہ و سلطان بیدار گجت نامزد شدند و پس ازان
کہ ملک راتا لکد کوب عساکر فیروزی گردید اواز وطن والوف برآمدہ بے مجاہدا و اگشت سال
بس و چار م دست ضراعت بدمان شفاعت شاہزادہ زدہ پر گنه مانڈل و بدھنور
در عوض جزیہ بہ سر کار بادشاہی گذاشت۔

(مانش الامراء جلد دوم صفحہ ۲۰۰ دشمن تذکرہ را د کرن،

خور کروان معتبر تاریخون میں تصریح ہے کہ رانا عاجزاً کر خود معافی کا خواستگار
ہوا افنسٹسمن صاحب وغیرہ فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے خود مجبور ہو کر سلسلہ جنبائی کی،
ان تاریخون میں ہے کہ رانا نے و پر گنه جزیہ کے عوض میں پیش کیے یور و پین
مورخ کہتے ہیں کہ جزیہ کا نام تک ن آیا اور وہ پر گنه اکبر کی اعادت کا معاوضہ تھے۔

لئے صفحہ ۲۰۰۔۰۵۰ اسکے بعد کے واقعات بحث طلب ن تھے اس لیے ہنئے قلم انداز کیا۔

افغانستان اور لین پول صاحبان کی عام عادت ہو کہ ہر موقع پر تاریخون کا عوالہ دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں۔

لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالآخر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصے کے بعد اس صلح پر بھی پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شرکیں نہیں اس لیے ہمکو اس پر چحت کرنے کی ضرورت نہیں، اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیوریوں سے الگ ہو گئے کوئی اور کیا انہوں نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی۔

گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۳ مہہ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں۔ جگہ سنگھ مہارانا اودے کے پورا سی سسٹھے میں مرا ہو اور عالمگیر نے اس کے بیٹیے جس کو خلعت تعمیر اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے ۵ جلوس میں عالمگیر دکن کو روانہ ہوا، اور اخیر عمر تک انھیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑنا بھرتا رہا۔ ان لڑائیوں میں اس کی فوج میں راجپوت اس طرح نظر آتے ہیں جس طرح او مسلمان قویں، چنانچہ تاریخون میں جہان فوجوں کا ذکر آتا ہو راجپوت کا نام بھی خاص طور پر آتا ہو۔ مثلاً خا فی خان اللہ کے واقعات میں ہٹونکے ایک محاصرہ میں لکھتا ہے:-

از ہر کیک بندہ اے کا طلب شرعا جانفشا فی ہر عرصہ ظہور رسید خصوص جمیل الدین خان

و راجپوت ہائے جلا دت پیشیہ و دیگر بھادران رزم جو ترددات غایان روئے کار آورند
تا انکہ مجشید خان باستحکم از راجپوتان روشناس بھرا را دلپت چندے دیگر بھار آمدند۔

یہی موئخ ۳۶ سالہ جلوس کے واقعات میں لکھا ہے۔

اوائل ذیحجه سنہ پہل و شش سالہ جلوس راجہ سنگھ کے عمر اوبحد بلوغ نہ رسیدہ بود
باتفاق مردم بادشاہ زادہ یو رش منودہ بھلمبیا پے کہ از بالاگوہ و منگ واقعات انتباری
چون پڑگ بے فاصلہ رجیت و راجپوت بیار و اکثر مردم شاہزادہ بھار آمدند۔

یورپین موئخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی
نہ ہائی لیکن واقعیہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتون کے بڑے بڑے
راجہ و مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہات میں شرکیں رہے اور
مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے، راجپوتکی
اصلی طاقت جو دھپور راجہ پور، او دیپور، تھی۔ او دیپور کے دو شاہزادے
خود عالمگیر کی فوج میں بعزز عمد ون پرمیاز تھے، اور اخیر وقت تک ساتھ رہے
چنانچہ ۳۶ سالہ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ کو دوہزاری اور بھادر سنگھ کو کیہزاری
و پانصدی کا منصب عطا ہوا۔ بد نون مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے

لہ خانی خان حلات عالمگیر صفحہ ۵۳۵،

۳۷ صفحہ ۳۹۹،

۳۸ مائر عالمگیری صفحہ ۵۰۰ مطبوعہ گلکھ

۲۵ شمسہ جلوس میں وفات پائی تھی۔ اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹوں رانا ج سنگھ کو عاملکیر نے خلعتِ ماتم عطا کیا تھا اند سنگھ جسونت سنگھ رئیسِ جود پھور کا عزیز تھا جسونت کے انقال کے بعد عاملکیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور وکن کے مہات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمتِ انجام دی چنانچہ شمسہ جلوس میں اس کو سہہزاری منصب ملا۔

مان سنگھ را ٹھوڑے جس کو سہہزاری کا منصب حاصل تھا شمسہ جلوس عاملکیری میں ذوالفقار خان کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور چنگی کی محم پر مامور ہوا۔ جے پور کے رئیسون کی وفاداری، یورپین مورخون نے بھی لستیم کی ہے۔ آثار الامرا میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور رئیسون کے تفصیلی حالات درج ہیں جو عاملکیر کے ساتھ دکن کی مہات میں شریک تھے اور نہایت جنیازی اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم زہب مرہٹوں سے رُتے تھے فکلیسی شاعرنے اکبر کے زمانے میں کہا تھا۔

چنان درعہ جادو کہ ہندو یمنہ مشمشیر اسلام
یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عاملکیر کے زمانے میں بھی سمجھ تھا، اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سمجھ ہوتا۔

لہ آثار الامرا ذکر امر سنگھ۔
۲۷ آثار الامرا ذکر رود پ سنگھ،

غور کر و ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پورا جو دھپور اور دیپور کے فرماز و اعمال ملکیت کے ساتھ دکن میں مرہٹوں سے رائیان اڑ رہے ہیں، راجپوت فسروں کو سہہزاری و چهارہزاری منصب عطا ہوتے ہیں، اور دیپور کا راجہ نا بالغ ہونیکے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یورپ میں مورخوں کے اس قول میں چنانی کا کچھ بھی شایبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر نا راض کر دیا کہ وہ پھر بھی نیوری علم کے پیچے نہ آئے۔

داستانِ عمدگل را بشوارِ مرغ چین زانع ہا آشفته تر گفتند این افسانہ را

عالمگیر اور مہمی تھسب

عالمگیر کے جرام میں یہ سب سے بڑا جرم بلکہ محبوبہ جرام ہے، عالمگیر نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم بروطن کر دیا، ان کے نہیں میلے ٹھیلے موقوف کر دیئے، ان کی درسگاہیں بند کر دیں، ان پر حزبیہ لگایا، ان کے بت خانے تروادیے،

غرض اس حد تک ان کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اٹھے، آن تدر جو کرن کہ گرجائے گفتہ آیا، کس اعتماد کند

ان جرام کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختص الحال و واقعات ہیں، مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہو بعض کی تعبیر غلط ہے، بعض کے ناگزیر اسباب ہیں چنانچہ ہم ایک

ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہیں لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا ذکر ہ کرتا
ضرور ہے،

اکبر نے جو پالیسی قائم کی اُس نے ہندوؤں کو تخت سلطنت کا شریک بنادیا
لیکن با این ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور حجبوتوں کا سکھ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤں نے اپنی
حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا جہاں تکیر کی نرمی اور سرستی نے ان کو جرأت دلائی
اور اب ان کی خود سری کے جو ہر چکنے لگے جہاں تکیر کے اشارے سے فرنگیوں نے دیوبندی
نے جہاں تکیر کی وسیدتی کے زمانے میں ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اسکا
مال و اسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہاں تکیر تخت سلطنت پر
بیٹھا تو اس کا رگزاری کے صلہ میں فرنگیوں نے تھرا میں تباہ نہ بنانے کی اجازت
طلب کی، جہاں تکیر نے اجازت دی فرنگیوں نے اس روپیے سے جو ابوالفضل کی
غارتگری سے ہاتھ آیا تھا تباہ کی تعمیر کی، شیرخان لودی جو ابوالفضل کو ملکہ قرار دیتا
ہے اور اس بات سے خوش ہے کہ ملکے مال سے تباہ نہ بنائے مال حرام بود
بجائے حرام رفت، اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے:-

آن ضال مصل (ابوالفضل) در راهِ دکن با شارہ نور الدین محمد جہاں تکیر دلماک
راجہ فرنگیوں قتل رسید و بالہائے کہ بدست آذین بے را ہی گرد آور دہ بود،
در اہتمام راجہ مذکور بر معبد ہنود کہ در سوا دشہ تمحیر اساختہ بود صرف گدیہ و حکم آہیت
کریمہ النجیبات للجنیشین نہلو پیوست آخر ان تباہ نیز پر قیشہ حکم حضرت

عالیگیر بادشاہ باخاک برابر شد،

اکبر کے زمانے میں باہمیہ آزادی مذہبی غالباً کوئی نیابت خام تعمیر نہیں ہوا،
جہاں علیگیر اگرچہ اکبر کی نسبت تقصیب تھا چنانچہ کوت کانگڑہ کی فتح میں کاؤشی کی رسم
قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ حکومت میں وہ زور نہیں رہا تھا صرف
بنارس میں ۶ نئے تجھے تعمیر ہوئے چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی، اس واقعہ
کے اظہار سے ہمارا یہ مقصود نہیں کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہیں، بلکہ یہ ظاہر کرنا ہو
کہ یہ واقعہ، آئندہ واقعات کا پیش خیمہ ہے،

غرض اب ہندوؤں نے علاویہ مسلمانوں پر تعددی اور ظلم شروع کیا، انبت
یہاں تک پہنچی کہ ہندو مسلمان عورتوں سے ہجر شادی کرتے تھے اور انکو گھروں میں
ڈال لیتے تھے، اس سے بڑھ کر یہ کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عما توں میں داخل کرتے
تھے شاہ جہان نامہ عبدالحیمد لاہوری جو شاہ جہان کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہ جہان
کے حکم سے لکھی گئی ہے اس میں یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اس کی
عبارت یہ ہے،

وچون رایات جلال بحوالی گرات پنجاب رسید چمعے از سادات و مشائخ آن قصبه استغاثه

مودنک برخے از کفار نابکار حرایر و اماں مومته را در لصرف دارند و چندے از نیان

۱۵ تذکرہ مرآۃ الیخال شیرخان بود ہے مطبوعہ گلگت صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ء

۱۶ حرائر یعنی آزاد عورتیں اور آمار یعنی لوگوں ایک دنیا،

مساجد ہے تقدی در عمارت خود آورده، بنابران شیخ محمود گرجاتی کے ازرسی دانش
 بزرہ و راست دار و نگی مردم جدید الاسلام بر منظر خصت یافت تا بعد از ثبوت
 نسا مسلکہ را از تصرف کفار برآرد، و مساجد و عمارت آن ملاعین جداساز، او مطابق
 حکم پعمل آورده ہے قادحہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فخرہ برآورد، وہ رجاء مسجد
 در زیر عمارت ہنود را آمدہ بود بعد از تحقیق آن را افزای منود وزرے ازان جا بطریق
 جرمانه گرفته بستور سابق مسجد ساخت، پس ازان کے این ماجرا به مسامع جلال
 رسید یعنی قضا نفاذ صادر شد کہ بستور قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمه را به عقد مجدد باو
 بازگذار نہیں از دور و فرمان مجھے از سعادت یا اوری بہ پائی اسلام رسیدہ زنان
 مسلکہ را بہ کاح جدید تصرف گشتند و حکم شد کہ در کل مالک محمود سہر جا چنین واقع
 شدہ باشد بین دستور علی نایند چنانچہ انا ش بیار از دست کفار برآمدہ وز کاح
 مسلمانان در آمدند و گروہیں از کفار ب قبل دین میں از آتش دونخ رہائی یافتند و
 بخانہ منہدم گردید و بجائے آن مساجد بنا یافت
 ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو، شناہ جہان نہایت پر جوش مسلمان
 تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا۔ جلوس میں اُس نے بنارس کے جدید
 تعمیر شدہ بست خانے گردادیے تھے، باوجود اس کے، ہندوؤں کا یہ زور قائم ہو چکا
 لئے شاہ جہان نامہ طبویہ کلکتہ جلد و مواقعات شہر جلوس صفحہ ۵۰۵۔ اس عبارت میں ہن بخانوں کے
 گرانے کا ذکر ہے یہ وہی ہیں جو مسجد تھے اور ہندوؤں نے گرا کر بخانہ بنایا تھا،

تحاکم جبرا اور زبردستی سے مسلمان عورتوں کو ہندو گھر میں ڈال لیتے تھے اور ان سے نکاح کرتے تھے مسجدوں کو توڑ کر تجانے اور عمارتیں بنوائے تھے شاہ جہان کو خبر ہوئی تو اُس نے کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکال لیا اور جن مسجدوں کو گرا کر تباخا نہیں بنا لیا تھا، بہت سو پھر مسجدیں بن گئیں شاہ جہان جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا، ہندوؤں کی تقدیماں رکی رہیں لیکن اخیر اخیر شاہ جہان کے بجائے تمام اختیارات وار اشکوہ کے ہاتھ میں آگئی داراشکوہ کا یہ حال تھا کہ علا پر ہندوپن کا اظہار کرتا تھا اپنی شرکا جو ترجیح کیا ہے اُس میں صاف لکھتا ہو کہ قرآن مجید اصل میں اپنی شرکا ہے چنانچہ اسکی عبارت حسب ذیل ہے،

ازین خلاصہ کتاب قدیم کی بیشک و شبہ اولین کتب سماوی و سرخنپہ بجز توحید است قدیم

است کرانہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یسسه کلام المطہرون تنزیل مُن

دب العالمین - یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آن کتاب پہمان است اور ا

درک بنی کند گروے کہ مطہر پا شد اور نازل شد اور دو گار حالم شخص و معلوم مشود

کہ این آیت در حق زبور و توراة و انجیل نیست... چون اپنکست کہ سرپوشیدنی است

اصل این کتاب است و آیت کے قرآن مجید بعینہ دران یا فتنہ می شود پس تحقیق کر

کتاب مکنون ایں کتاب قیام باشد

اب غور کر دوہ ہندو اکابر شرکی سلطنت کر چکا تھا جو چہا نگیر کے زمانے

میں مسلمانوں کے مال سے تباخا نے تغیر کرتے تھے جو شاہ جہان کے عہد میں مسجد و نکو

توڑ کر بخانے بناتے اور مسلمان عورتوں سے بھرنکا ح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شاون
 میں مسلمان بچوں کو اپنے ذہب کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت
 میں اُس کی تخت نشینی کے بارہویں سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے ایشی)
 اب دارالشکوہ کے سایہ حمایت میں اُن کے زور و قوت سلط و اقتدار، جبر و تعدی
 جو رہنمی کا مقیاس احرارة کس درجہ تک پہنچا ہوگا، یاد رکھو یہی ہنود تھے جن سے
 عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا، (اب ہم اصل مباحثت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں)

ہندوؤں کی ملازمتی علحدگی پورپن مورخون نے اپنی معمولی عادت کے موافق، اس
 واقعہ کی اصلی تبلیغت بدل دی ہے۔ یعنی عالمگیر نے تمام ہندوؤں کو سرکاری ملکہ میں
 سے موقوف کر دینا چاہا گواہی سانہ کر سکا، لفظ سطح صاحب لکھتے ہیں، ”و مگر یہ کشی حکم
 بھی سارے حاکموں اور اختیار والوں کے پاس بھیجا کہ آئندہ سے ہندو بھرتی
 نہ کیے جائیں اور اُن تمام عہدوں پر مسلمان بھرتی کیے جائیں جو تمہارے تحت حکومت
 میں ہوئیں“، لیکن واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ۸۲ نامہ ہجری میں اس نے یہ حکم دیا
 تھا کہ صوبہ داروں اور تعلقہ داروں کے محااسب و مشی پیش کارا اور دیوان نیز حالات
 خالصہ کے مالگزاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائیں چنانچہ خافی خان
 لکھتا ہے۔

”وصوبہ داران و تعلقہ داران، پیش کاراں و دیوانیاں ہنود را بطرف

مخدودہ مسلمان مقرر نہیں کرو ری محالات خالصہ مسلمانان می مخدودہ باشد“

یہ ظاہر ہے کہ ان عمدوں پر کثر کا تھم مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے میں مشبوء ہیں، اس حکم کو نہیں تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن یہ حکم بھی قائم نہ رہا بلکہ اس کی صلاح اس طرح کردی گئی کہ ایک پشاور ہندو، اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے، خافی خان لکھتا ہے

”بعدہ چنان قرار یافت کہ از جملہ پشاور ان دفتر دیوانی و خبشیان سرکاریک پشاور مسلمان ویک ہند و مقری نمودہ باشد“

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوں کی شتوخوائی اور غلبن کی نگرانی رہے، ورنہ اگر نہیں تھے اس کا باعث ہوتا تو مسلمان کو شرک پ کرنے سے اس کو کیا تعلق تھا،

یہ بحث اگرچہ یہیں تک ختم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یورپیں مورخوں نے نہایت بلند آہنگ سے اس غلط واقعہ کو مشہور کیا ہے اس لیے ہم عالمگیر کے ہندو ہمداروں کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہیں، اس فہرست کے متعلق، اموذیل ملحوظار کھنے چاہیں۔

۱۔ یہ فہرست سرسری طور سے مائنر عالمگیری سے طیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے۔

۲۔ صرف اُن عمدہ داروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عمدوں پر مامور تھے عام عمدہ داروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں،

۳۔ صرف اُن عمدہ داروں کو لیا ہی جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہیں یا اُس کے بعد تک رہے ہیں جب سے عالمگیر کے نصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے،

۴۔ ان عمدہ داروں میں اکثر مرہٹوں کی تھم میں شرکیں رہے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبوں سے اڑتے تھے، عالمگیر کے عمدہ تک یہ طریقہ قائم رہا،

۵۔ ان میں سے بعض آنریزی عمدہ دارتھے، اور فتنے کے لحاظ سے عمدہ قبول کرتے تھے،

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اصناف عمدہ، یا اعطائی
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اوڈی پور کا بیٹا اور برہانپور کی تھم میں شرکیں ہوئیں۔ میں پنجزاری کے نصب تک پونچھ کر مر گیا،	منصب (ستہ جلوس عالمگیری مراد ہی)
ندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اوڈی پور کا بھائی تھا۔ میں دو ہزاری ہوا۔	ستہ جلوس عالمگیری میں
بہادر سنگھ	"	ستہ جلوس عالمگیری میں یک ہزار و پانصدی ہوا

سنه تقرر، یا اضافۃ عہد، یا عطا متنصب	ولد سیت وغیرہ	نام عمدہ دار
۳۷ میں ماذل پور و بڑھو رکا فوج مقرر ہوا۔ ۳۸ میں سہزاری تک پہنچا	پسر راجہ روپ سنگھ	راجہ مان سنگھ
۳۹ میں خیزداری منصب او ر علم و نقارہ وغیرہ ملا،	سیوا جی کا داما د تھا	اچلاجی
۴۰ میں منصب دہزاری ملا، سبھا (پسر سیوا جی) کا عمر زاد بھائی	سبھا (پسر سیوا جی) کا عمر زاد بھائی تھا،	ارجوجی
۴۱ میں منصب دہزاری ملا، ۴۲ میں خلعت ملازمت ملا، ۴۳ میں سکری کا قلعہ دار قرار ہوا ۴۴ میں ایرنج کا فوجدار اور دوویم دہزاری ہوا،	سبھا کے نوکروں میں تھا پسر راؤ کرن	مانکوجی راڈ انوا ب سنگھ
۴۵ میں سہزار و پا ضدمی ہوا ۴۶ میں سہزاری ہوا پہلے خیزداری تھا ۴۷ میں میں میں	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا، جندن کر کا زمین دار تھا	او د سے سنگھ باسدیو سنگھ کا خنوجی سر کریہ
۴۸ یہ د پر گئے ہیں جو ہمارا نا او د پور نے جزیہ کے عوض دیئے تو ایک دہزار کا اضافہ ہوا،		

نام عمدہ دار	ولد سیت وغیرہ	سنه تقرر، یا اضافہ عمدہ، یا عطاے منصب
ستر سال بوندیلہ	پشن سنگھ	شکھ میں قلعہ تارا کا قلعہ دار ہوا
رام چند	کھنالون کا تھانہ دار تھا	شہم میں ہزاری وہ صد سوار ہوا
ملوک چند	نائب و ملازم شاہزادہ اعظم شاہ	شکھ میں دو نیم ہزاری ہوا
بھاکو بخارہ	افسرت آبا و کادی سکھ تھا	شکھ میں بھرا سنگھ کے شکست دینے کے صلیہ میں رائے رایان کا خطاب ملا،
جکیا	ولد راجا و دوت سنگھ	شہم میں چھزاری منصب ملا
درگداں اٹھور	تارا کا قلعہ دار تھا	شہم میں سہ ہزاری ہوا
سو بھان	راہری کا قلعہ دار تھا	شکھ میں سہ ہزاری کا منصب پہ بجاں ہوا
شیو سنگھ	پسر راؤ کا نہو تینہ فوج افسر جنگ	شہم میں کیہناری منصب پر ترقی ہوئی
ماں دھاتا	ولد منور داس گور	شکھ میں چھزاری منصب مع خلعت ونقارہ وغیرہ
کشور داس	بجد او رکاز میند ار تھا	شکھ میں یک نیم ہزاری ہوا
راجہ کلیان سنگھ	پسر راؤ کا نہو تینہ فوج افسر جنگ	شہم میں قلعہ نہست کی تسبیح پر مور ہوا
		شکھ میں شولا پور کا قلعہ دار ہوا
		شکھ میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا

اس فہرست میں بعض اور باتیں ساختا کے قابل ہیں، سب سے مقدم یہ کہ اس میں
ہمارا نا اور سے پورے کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں، اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیدوہی
کے متعدد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں، حالات پڑھو تو معلوم ہو گا کہ صرف
نام کے عمدہ دار نہ تھے، بلکہ معروف کوئی ہیں جیسے انگلیز جانشنايان و کھاتے تھے، انہی داروں
میں ہرثتم کے عمدہ دار ہیں، میں نے فوجی بھی، ملکی بھی، غور کرو، فوجوں کی افسری، قلعوں کی
قلعہ داری، خلافت کی نظامت و وجوداری، ان سے ڈھکر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا
عمرے ہو سکتے ہیں پر سب عمدے ہندوؤں کو حاصل تھے،
ان واقعات کے بعد لیں پول صاحب کے اس قول پر ایک دفعہ
اور نظر ڈالو۔

”راجپوتون نے عالمگیر کی حمایت میں ایک انگلی بھی لانا نہچاہی“

جزئیہ لکھا یہ اذام اس یہے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور نہایت
سے واقع نہیں جزیہ پر ہم نے ایک مفضل علیحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی میں
بھی ترجمہ ہو گیا ہے، اس کے دیکھنے سے بھی میں آسکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار جزیہ نہیں
بلکہ غیر قبول کے حق میں رحمت تھی، اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں ذاں سے
ناراضی ظاہر کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو مصوب ایک دست سے موقوف ہو چکا تھا،
اس کا نہ سر سے قائم کیا جانا کیونکہ اس کو اہو سکتا تھا،

میلوں کا موقوف کرنا اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا

پھیکا آدمی تھا، اُس کو میلیون ٹھیلوں، ناج رنگ، گانے بجانے، شراب کیا، اور تمام ظاہری نایش و تکلفات سے نفرت تھی، وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں سے اخلاق پر بڑا ثریٹا ہے اُس نے خانگی جھگڑوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف تو جو شروع کی ہے لادین تیوری کے آئین میں داخل تھا کہ بڑے بڑے مشهور گوئیے دربار میں ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفريح میں سبکرتا تھا، اسی طرح دربار میں شعر اور مختجین نوکر تھے، عالمگیر نے ہجری میں حکم دیا کہ گوئیے دربار میں آئین لیکن گانے نہ پائیں، پھر سے سے موقوف کر دیے، لالشہری کا عہدہ توڑ دیا، مختجین نکال دیے گئے دربار میں آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا۔ بادشاہ بھروسہ کے مین بیجکر اپنے درشن کرتا تھا اور اس سے ایک خاص درشن فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کیے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا، یہ ستم بھی جلانہ سلطنت کے لیے مفید تھی، موقوف کر دی، محرم میں تابوت نکالا جاتا تھا، ہجری میں برہان پور میں تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہوں میں مست بھیر ہو گئی اور بلود عظیم ہوا اور بڑی خوزیزی ہوئی، یہ سنگر حکم دیدیا کہ تابوت نہ نکالے جائیں، اسی میں ہندوؤں کے میلے بھی بند کرا دیے، اس سے بدگمان مورخون نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُس نے تھبب فہمی کے لحاظ سے ایسا کیا،

دارس کا بند کرانا

سلیمانی خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴،

میں بیان کرتے ہیں، اس بات کے عادی ہیں کہ مختص الاحالۃ و افعال کو عام کر کے دکھائیں، اور تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر بندہ بھی جبکہ کرنے لگے تھے، دارالشکوہ کے طرز عمل نے ان کو اور جرمی کر دیا تھا، وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھلاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دو روز دوسرے مسلمان اُن کے مدرسون اور پاٹ شالوں میں آتے تھے عالمگیر نے انہیں مدرسون کو بند کرایا تھا، بیگان مورخوں نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادات گاہیں ڈھاویں، تاہم ان کی تحریر میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے،
ماہر عالمگیری میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے،

بعض خداوند دین پرور سید کو درصوبہ ٹھٹھہ و ملٹان، خصوص بارس، برہنان بطالب

نشان دردارس مقرر بتدلیں کتب بالطلاشتقال دارندور اغبان و طالبان از ہندو مسلمان

مسافرها کے بعیدہ طے منود جدت تحصیل علوم شوم نزد آن جماعتہ مگراہ می آئند، احکام

اسلام نظام بناطمیان کل صوبہ جات صادر شد کہ دردارس و معابرے و نیان دستخوش

انہدام سازند، وہ تاکید اکید طور درس و تدریس و رسم شیوع مذاہب فرائیان باندازند،

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی لیکن متنصب مورخ نے اس حکم کو عموم کے پریا یہ میں لکھ دیا اور یہ اسکی عام عادت ہے، عالمگیر نے بعض خاص ملازمتوں سے ہندوؤں کو موقوف کیا تھا،

جس کا ذکر اور پرگذر چکا، لیکن یہ مولخ کھتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دیے
گئے، چنانچہ خاتمه کتاب میں لکھتا ہے،

”و ہندو اہل قلم از عل ممزول گشته بود“ (صفحہ ۵۲۸)

پچھلے مورخون نے بھی اس کا اعتبار نہیں کیا، خانی خان عالمگیر کے اُن احکام کو
بھی کھو کر لکھتا ہے جو اُس نے ہندوؤں کے خلاف دیے تھے، لیکن اس واقعہ کا

ذکر نہیں کرتا،

بشتہ الزامات عالمگیر کی فہرست میں یہ الزام سب سے زیادہ ہی
حرفون میں لکھا جاتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت میں اپنی
رعایا کے تجاذبے گرائے ہوں تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا، خلافے راشدین
سے زیادہ کوں اسلام کا حامی ہو سکتا ہے، انہوں نے سیکڑوں ہزاروں شر فتح کیے،
دنیا کے بڑے بڑے حصے اُن کے زیر حکومت آئے، اُن کے حالات و واقعات
کا ایک ایک حرفت اسلامی تاریخوں میں موجود ہے، ایک واقعہ بھی منقول نہیں
جس میں اُن کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس بھی لگی ہو، چنانچہ
ہم اس بحث کو نہایت مفصل حقوق الدینیں میں لکھ پھکے ہیں، عالمگیر نے ان سب
کے خلاف کیا تو بے شبہ اس خاص معاملہ میں وہ اسلام کا جائز قائم مقام نہیں ہو،
لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ کی اصلاحت کیا ہے، ایک بڑی غلطی عموماً یہ
ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانے پر نظر

ڈالتے ہیں، آجھل مذہب اور پالیسکس بالکل الگ الگ ہیں، گورنمنٹ انگریزی اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہو کر، عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ کا مذہب ہے) اعتراض اور نکتہ چینیاں کرے اور لوگوں کو اپنے مذہب ہیں لاوے، لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام میں گورنمنٹ کے طریقہ سلطنت پر اعتراض کرے اور لوگوں کو مخالفت میں اپنا ہم آہنگ بنائے، آج مسلمانوں کی مسجدیں اور ہندوؤں کے شیوا لے کوئی ملکی اثر نہیں رکھتے، لیکن قدیم زمانے میں یہی چیزیں بغاوتون اور ہنگاموں کا صدر مقام بجا تی تھیں، یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونوں جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش کا ہوں کو صدر مہ پوچھاتے تھے تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے تو مسجدیں ڈھاکر پر باد کر دی ہیں،

علیٰ عادل شاہ دکنی نے ۱۲۷۹ء میں رام راج کو عیجاںگر کا راج تھانظام شاہی

بھری کے مقابلے میں اپنی مدد کو بلا یا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو غود عالی عادل شاہ کے ملک میں تمام مسجدیں جلا دیں تاریخ فرشتہ میں ہے

علیٰ عادل شاہ ہم درسنہ سستہ و سبق خاں و شہزادہ رام راج را بدد خواندہ پر اتفاق او
ہ صوب احمدنگر خفت نہود از پرندہ تا خبر و از احمدنگر تا دولت آباد اثر معنوی نامد و کفار
بیجا نگر سالماسی دار طالب چین منصوب پلود نہ دست بیداد دراز کردہ مساجد و

مصطفی سوختہ۔

لئے تاریخ فرشتہ مطبوعہ نوکشوار جلید و مصطفیٰ ۳۴۷۔

اسی واقعہ کو موڑخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفضیل سے لکھا ہے لیکن یہ
کہ علی عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلا یا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی
بے حرمتی نہ کریں، با این ہمہ ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا، چنانچہ اس کے
اصلی الفاظ یہ ہیں،

چون درفعہ اول علی عادل شاہ ازستینہ حسین نظام شاہ بھری ہنگ آمدہ ناچار
رام راج را پر مدد و طبیعت چنان عمد و شرط درمیان آورد کہ کفار یا جانگر بواسطہ عداوت یعنی
اہل اسلام امضرت جانی رسانیده و سبیر دوستیگر نہ نایند و مساجد را خراب نہ گردانند
لیکن خلاف آن پر ظہور آمدہ۔ کفار نا بکار در بلده احمد نگر در تحریب و تعذیب مسلمانوں و
ہتک و حرمت ایشان و تفیقہ نامرعی نہ گذاشتند و چنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ
بہت پرستی می کر دند و سازنا ختہ سرودمی گفتند
اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہن بھی تفصیل کی ضرورت نہیں
تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤں نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کس قدر زور پکڑ لیا
تھا عالمگیر نے جب ان کی تعدادیوں کو روکنا چاہ تو ان میں ایک شورش پیدا ہوئی،
ذی قعدہ ۹۷ھ نیزی تخت نشینی کے بارھوین بر س عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو
مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہیں تو اُس نے اس کے انسداد کا حکم دیا، اس
واقعہ کے میسٹنہ ہی بھر کے بعد متحرک اکے اطراف میں ہندوؤں نے شورش کی جسکے

فروکرنے کے لیئے عبدالنبی خان متھرا کا فوجدار تھیں کیا گیا اور مارا گیا، اسی زمانے کے قریب یعنی ششمین بیان س کا تجارت کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ تجارت جواب افضل کی لوٹ سے برداشت دیوٹے بنایا تھا منہدم کر دیے گئے، اس کے بعد وہ پور وغیرہ کے تباخاون پر آفت آئی،

ایرانی عمالکت مورخون کو کیا غرض تھی کہ وہ تباخاون کے انداام کو اس باب اور دفعہ لکھتے رکھنے والے اعماق ذیل آج بھی معلوم ہیں، ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دئے جانے والے صاف علوم ہو جائیں گی،

۱ شاہ جہان کے ساتویں سال حکومت تک، ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ مسجد و نکو توڑکر اپنے نصرت میں لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتوں کو ہجر گھر میں الیتے تھے،
۲ دارالشکوہ جو شاہ جہان کے اخیر زمانے میں سلطنت کے کار و بار کا مالک ہو گیا تھا، ہمہ تن ہندو پرست تھا،

۳ عالمگیر کے بارہویں سال حکومت تک، ہندوؤں کا یہ حال تھا کہ علاضیہ مسلمانوں کو اپنے فہری علوم کی تعلیم دیتے تھے،

۴ عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوؤں میں شورش شروع ہوئی،
۵ ششمہ مطابق سال ۲۲ جلوس عالمگیری میں کھنڈیلم کے راجو تون نہ شورش

لئے آثر عالمگیری،

لئے آثر عالمگیری،

کی اور ان پر فوج کشی کی گئی اور وہاں کے تجھانے توڑے گئے، اسی سال عام شووش
برپا ہوئی اور جود چپور اور اودے پر کی ریاستین بغاوت کا مرکز بنیں،
۵ عالمگیر نے اس بنا پر جود چپور اور اودے پر پر فوج کشی کی اور وہاں کے تجھانے
غارت کرادیے،

جس قدر تجھانے توڑے گئے، انھیں مقامات کے توڑے گئے جہان پر زور
بغاوتین برپا ہوئیں،

عالمگیر ۲۵ برس تک دکن میں رہا، ان مالک میں ہزاروں تجھانے تھے
لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں مسلکتا کہ اس نے کسی تجھانے کو لاتھ بھی لگایا ہوا
الورہ کے مشہور مند رمین سیکڑوں تصویریں اور بت ہیں عالمگیری نواح
میں الورہ سے میل دویل کے فاصاپ پر مدفن ہے بڑے بڑے بزرگان یں کا یہاں
مزار ہے جو عالمگیر سے بہت پہلے گزرے، لیکن یہ بت اور تصویریں آج تک موجود
ہیں، آخر عالمگیری کا مصنف جونو د عالمگیر کا ایک عمدہ دار تھا اور جس کو بت خانوں کے
توڑنے کے ذکر ہیں مزہ آتا ہے اور منے لے یہ کہ اس کا ذکر کرتا ہے الورہ کا ذکر
ہنایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر میں لکھتا ہے،

”بدیع سیر گاہے ہست نظر فریب جز پیدین تحریر یا ہیئت راست نیا یہ، خامہ تا کجا صفحہ“

ا خبار برآرایہ“

یوپین اور ہند و مورخ کہتے ہیں کہ عالمگیر نے چونکہ تجانے گئے اس لیے
بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیے تجانے گئے عالمگیر
کا تجناون کا گرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ آج ایسے روشن زمانے میں حمدی سوانی
کے مقبرہ کو بر باد کر دیا گیا۔

فہد جلوس میں جب ہندوستان میں امن و امان قائم ہو گیا اور عالمگیر کو
روانہ ہو گیا تو تجناون کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتا،
دکن میں اسلامی سلطنتوں یعنی گوکنڈہ اور بیجا پور سے مقابلہ تھا اس لیے کسی
تجانے سے تحریف نہیں کیا گیا، ورنہ اگر نہ بھی تقصیب ہوتا، تو یہاں اس کا سب
اچھا موقع تھا،

عالمگیر تو بقول مخالفوں کے، متقصب تھا لیکن نہایت عادل اور غیر متقصب با دشائی
شاہ جہان کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر نہیں پڑا، شاہ جہان نامہ عبد الحمید لا ہوی میں جو خود
شاہ جہان کی زیر نگرانی کھا گیا ہے، یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے،
”حضرت جنت رکانی (یعنی جہانگیر) در بنا رس کہ منشائے کفر و ضلال و مناء
وزورو بمال است تجناه بسیار احداث یافتہ، ناتمام ماندہ است، و برخے از تنو لان
کفره فجرہ می خواہند کہ ہر اعام رسانند شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ چہ بنا رس
و چہ دیگر محال مالک مخدوسہ ہر جا تجناه احداث یافتہ باشد آن را بر انداز نہ،
درین والا زعصر نہ داشت و قائن نگار صوبہ ال آباد معروض گشت کہ هفتاد و شش

تجانہ درخٹہ بنارس بہ خاک برابر گردی،
 شاہ جہاں کوئی متصب با دشائ نہ تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے
 نئے نئے تجنازن کا بلا اجازت تعمیر کرنا، اسی سلسلہ میں داخل ہے جس کی بدولت
 ہند و اسلامی مساجد و معابد کو تجانہ نے بنانے کی جڑت کرنے لگے ہیں، چنانچہ
 اُس نے نئے تجنازن کو تڑوا کر ہند و ان کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا، عالمگیر
 نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا، اُس نے بنارس کا صرف ایک بت تڑوا یا اور
 متھرا کا وہ تجاذب جو مسلمانوں کے مال سے بنا تھا، اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو
 اس جرم سے نہیں بچا سکتے،

عالمگیر اور پاپ پھائیوں مکسماٹھ پیر حمی

عالمگیر کے فوجوں کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے، لیکن اسکے دامن اوصاف
 کا سب سے زیادہ بد نہاد غیر ہے، اور جرام کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی ہے کہتا
 ہے کہ اگر غیر سلطنتوں کا تنسیخ کرنا جرم ہے تو مجرموں کی صفت میں سکنے اور نپولین
 کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیے، اگر مرہٹوں کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم
 شاہ جہاں صاحبقران ثانی ہے، اگر راجحوت ریاستوں پر شکر کشی کرنا از امام
 ہے، تو فوجوں میں سب سے اور اکبر اعظم کا نام ہونا چاہیے جس نے سب سے

پہلے بے پور پڑھانی کی اور اُس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا جب تک
 راجہزادیاں، تیموری حرم میں نہ آگئیں، اگر ہندوؤں کو بڑے معزز عمدے نہ دینا خلاف
 انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس نے آج تک اپنی قوم کے
 سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عمدے پر ممتاز نہیں کیا،
 لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے، کہ عالمگیر کے من
 پر بھائیوں کے خون کی چھٹیں ہیں، اور اس کے مظلوموں میں خود اس کا نامور بادشاہ
 جہاں بھی قید خانے کی کڑیاں جھبیل رہا ہے،
 بے شبہ ہم کو ٹھنڈے دل سے بے رو رعا یت ان جرائم کی تحقیقات
 کرنی چاہئے، اور نہایت احتیاط رکھنی چاہئے کہ میزان عدل کا پله طرفداری کے
 رُخ نہ جھک جائے،
 عالمگیر کے حالات کے متعلق، آج بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن اصول
 تاریخ کی رو سے ہم صرف اُن کتابوں پر اعتماد کرنا ہو گا جو عین عالمگیر کے عمدے میں
 لکھی گئیں، اس قسم کی کتابیں حسب ذیل ہیں،
 عالمگیر نامہ کاظم شیرازی، اس میں ابتداء سے وس برس تک کے
 حالات ہیں اس کا مسوودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا،
 آثار عالمگیری، مستعد خان ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عمدہ دار
 تھا، لیکن دس برس اول کے حالات اُس نے صرف عالمگیر نامہ کے حوالے

سے لکھے ہیں اور اُسی کو مختصر کر دیا ہے
فتح باب خانی خان، اس کا باپ عالمگیر کی فوج میں شریک
 تھا خود خانی خان بھی اخیر زمانے میں عالمگیری عہدہ وارون میں داخل ہو گیا تھا،
 یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے، (یہ تینون کتاب پہنچنے میں
 چھپ گئی ہیں)

واقعات عالمگیری، عاقل خان کی تصنیف ہے جو عالمگیری امر میں
 ہے، یہ کتاب گوالمگیر کے زمانے میں لکھی گئی لیکن اس سے چھاکر لکھی گئی چنانچہ
 خانی خان نے خود تصریح کی ہے، اور اس پناپر نہایت آزادی سے پوست کئے
 حالات لکھے ہیں،

سفر نامہ ڈاکٹر بربریر، اس نے اپنی حشمت دید حالات لکھے ہیں،
 فیاض القوائیں، اس میں سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا
 مراد شجاع، عالمگیر اور امراء تیموریہ کے خطوط ہیں، مرزا امراؤ کے خطوط میں اس
 حالت کے ہیں جب وہ عالمگیر کے ساتھ ملکردار اشکوہ کے مقابلے پر جانے کی
 طیاریاں کر رہا تھا، ان خطوط اور فرمائیں کو ملا فیاض نے ۱۳۲۷ھ میں جمع کیا تھا،
 اس کا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خان کے کتبخانے میں موجود ہے،
 اور ہمارے پیش نظر ہے،

ان میں سے پہلی اور دوسری کتاب میں اگرچہ تفصیلی حالات ہیں اور وہ

علمگیر کی حمایت کے لیے زیادہ مفید ہیں لیکن ہم اس لیے اُن سے استناد نہیں کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور ماٹر کا وہ حصہ جس میں واقعات قیازعہ ہیں عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہے ان کتابوں سے ہم صرف اُن موقعوں پر استناد کر سکتے ہیں جہاں اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہیں، شیعہ و سنی کا تفریق کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم اُن دشمنان قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہیں جو اسلامی فرقوں میں باہم ناگواری پیدا کرتے ہیں ہیاں تک کہ بعضوں نے اس کو معاش کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے حاظ سے مجبور آئی کہنا پڑتا ہے کہ عالمگیر سنی تھا اور اُس کے تمام مورخین یعنی لغت خان، کاظم شیرازی، عقل نما خانی خان شیعی تھے اس سے یہ غرض نہیں کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بناء پر ناقابل اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتوں پر اختلاف ہے بلکہ خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے اور تج پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس سے خالی نہیں، صرف یہ فرق ہے کہ یورپین مورخین جس حسن سے تقصیب کا استعمال کرتے ہیں ایشیائی مورخ نہیں کر سکتے،

شاہ جہان کی قید شاہ جہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا متمم باشان واقعہ ہے جس کے میں متقل اور جداگاہ عنوان قائم کرنا چاہتے تھا لیکن اس کا سلسلہ دار اشکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے،
دار اشکوہ شاہ جہان کا سب سے بڑا اور سب سے چیزیاں بیٹھا تھا، ذمہ
 میں مسلسل واقعات تمام تر خافی خان سے لیے گئے ہیں جہاں کوئی بات اس سے الگ ہے دہان خاص اخذ کا والد رہیا ہے۔

شاہ جہری میں شاہ جہان جس بول کے عارضہ میں گرفتار ہو کر کار و بار سلطنت سے
 معذور ہو گیا دارالشکوہ نے موقعہ پا کر عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے
 پہلا کام یہ کیا کہ مرا دشجاع، مرا دعا ملکیہ کے جو سفر ادبار میں رہتے تھے ان کو بلو اکر
 مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائے، اس کے ساتھ بنگال گجرات اور دکن کے
 راستے بند کر دیے کہ مسافر آنے جانے نہ پائیں، جس سے مقصد یہ تھا کہ مرا دشجاع
 اور عالمگیر کو جوان صوبوں میں حکومت پر مأمور تھے خبر نہ ہونے پائے، لیکن یہ واقعہ
 ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا چنانچہ تمام صوبوں میں خبر پوچھ گئی اور تمام ملک میں
 بغاوت میں برپا ہونے لگیں، سب سے پہلے شجاع نے جو دارالشکوہ سے چھوٹا اور
 عالمگیر سے ٹڑا تھا بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان دیا، اسی طرح مرا د نے احمد آباد
 و گجرات میں سکے و خطبہ جاری کیا، لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خود سری اختیار نہیں کی
 عالمگیر اس زمانے میں شاہ جہان کے حکم سے کلبرگ کے محاصرہ میں مصروف
 تھا قریب تھا کہ وفتح ہو جائے و فتح ان تمام افسروں کے نام جو عالمگیر کی فوج میں شامل
 تھے دارالشکوہ نے شاہ جہان کی طرف سے حکم بھجوادیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر
 دربار میں چلے آئیں مجبوراً عالمگیر نے والی بیجا پور سے ایک کروڑ روپیہ نذر اتھ پر
 صلح کر لی اور یہ مضمون تمام رہائی، دارالشکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ علیسی بیگ
 کو جو عالمگیر کی طرف سے پائے تھنت میں سفیر تھا قید کر کے اُس کا گھر ضبط کر لیا،
 اسی کے ساتھ ہمارا جہ جسونت سنگھ والی جو دھپور کو فوج اور توپ خانہ دیکر گرات

کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اُس سے معزک آتا ہوا،
عالمگیر جادی الا ولی ششلہ ہجری کی بارہوین تاریخ یعنی شاہ جہان کی
بیماری کے پانچین میلنے بجا پور سے روانہ ہو کر ۲۵۔ کو برہان پور میں آیا، بیان
ایک میلنے تک ٹھہرا اور پائے تخت کی خبریں بہم پوچھاتا رہا اس سے پہلے مرزا
مراد سے قرارداد ہو چکی تھی کہ فلاں مقام پر دونون کا جماعت ہو گا، چنانچہ ۲۰ جرب
ششلہ ہجری کو دونون بھائی دیال پور میں نزد اُتر کر لئے، یہ خبر سنکر مہاراجہ جو نت شکل
فوجیں لئے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیرہ میل کے فاصلے پر خمیہ زن
ہوا، عالمگیر نے کب کلس برمہن کو جو بھا کا مشهور شاعر تھا، راجہ کے پاس
بیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہیں آپ سدراء
نہ ہو جئے لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معزک ہوا، راجہ نے شکست کھانی اور
وطن کی طرف بھاگا، تاریخ میں یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ
جب بھاگ کر وطن میں پوچھا تو اُس کی بیوی نے اُس کو اپنے پاس آنے نہ دیا
اور تمام عمر کبھی اُس سے ہمیستہ نہیں ہوئی کہ پیٹھ دکھانے والا میری یعنی حسبتی
کے قابل نہیں،

شاہ جہان اگرہ سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگ کے شکست کی خبر
پوچھی، ہر جنپ شاہ جہان کو اگرہ کی آب و ہوانا موافق تھی اور اس وجہ سے
اگرہ کو آنا و پیں نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ مردہ بست زندہ تھا، دارا شکوہ

اُس کو اُلطیاً اگرہ میں لایا اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلے کو نکلا
 شاہ جہان نے بار بار تباہیت اصرار کے ساتھ سمجھا یا کہ تھا راجانا خلاف مصلحت
 ہے میں خود جا کر اس فتنہ کو فرو کیے دیتا ہوں، چنانچہ حکم دیا کہ پیش خمیہ باہر نصوب
 کیا جائے لیکن دارالشکوہ نے جانے نہ دیا، اور ۱۶-شعبان شمسہ ہجری کو اگرہ
 سے روانہ ہو کر سمو گڑھ میں خمیہ زن ہوا جہان عالمگیر اور مرزا مراد فوجین لیے ہوئے
 پڑے تھے، پڑے زور و شور کا معز کہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی، اس معز کے میں مرزا
 مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اُس کے ہاتھی کا ہودہ تیرون
 سے چھن گیا تھا اور خود لمباعان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر بر ساتار ہا،
 یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ میں محفوظ رہا اور جب
 سادات بارہ نے سرکشی کی تو یاد شاہ بیگم نے (عالمگیر کی میٹی) اسی ہودہ کو دھکلائے
 کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگاریں ہیں،

دارالشکوہ نے آگرہ میں جا کر دم لیا اور شرم کے مارے شاہ جہان کے پاس
 نہ گیا شاہ جہان نے مشورہ اور صلاح کے لیے بار بار بلا بھیجا لیکن دارالشکوہ اسی
 رات اہل و عیال کے ساتھ نکلنکل لے ہو رکے ارادہ سے ولی روانہ ہوا،
 ۱۷-رمضان شمسہ ہجری کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی
 پر جا کر قبضہ کر لے اور شاہ جہان کی خدمت میں جا کر عرض کرے کہ حضور اب قلعہ

سے باہر تشریف نہ لائیں، یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے
زیادہ بد نما تصویر ہے،

تام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہے جو سرتاپاخانی خان کے بیان سے مانوں
ہے، اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے ہمکو شاہ جہان سے
رخصت ہو کر، دارالشکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئیے،
واقعات گذشتہ میں دارا کے کارنامے حسب ذیل ہیں،

(۱) شاہ جہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مز امراء عالمگیر اور شجاع کے
جو وکلا شاہ جہان کے دربار میں رہتے تھے ان سے مچلا کایا کہ شاہ جہان، اور
دربار کے حالات نہ لکھنے پائیں،

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافروں کے
ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے،

(۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اسکو قید کر دیا،

(۴) عالمگیر جب بجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھا تو تمام افسروں کو جو

اُسکے ساتھ تھے بلوالیا،

(۵) بغیر اسکے کسی شاہزادے کی طرف سے کوئی پشیدہ می ہوئی ہو، اور اُس
عالمگیر اور شجاع کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کیں،

یہ وہ واقعات ہیں جن سے کسی مورخ کو انکار نہیں، لیکن میں یہ اطمینان

کے لیے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتیں بھی نقل کرتے ہیں،

درین اشاد و قطعہ فرمان کحسب الالتماس دار اشکوہ بنام حمابت خان دورا و ترسال از درگاه عالم پناہ شرف اصدار پذیر فرض بود پر توصیہ دریافت در منا شیر مطاعتہ حسن اندر ارج یافته بود کہ حمابت جنگ ہے و راوی ترسال با محل راج چوتیہ ہے اصلا برخصت شاہزادہ والا گھر (یعنی عالمگیر) مقید نشده روانہ گردند ہے پر ازین راہ دہن و سُستی تمام بحال اردوے معلے شاہی (یعنی عالمگیر) و راہ یافته استقلال و بناء شبات و قرار جنود اصرت موعود متزلزل و تخلل گردید (و اوقاعات عالمگیری از عاقل خان)	عین محاصرہ گلبرگ گیوخت عالمگیر کے افسروں اور فوج کو بلوا سینا
--	---

ان سب باتوں پر بھی عالمگیر نے کسی قسم کی پیشیدستی نہ کی بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبوں میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں، مام لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر قم نے جو فوج بھیجی، یہ نامناسب تھا، چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو خط لکھا ہے اس میں لکھتا ہے،

اپنے اندر ارج یافته کہ ”چون تاحال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنی شاہ جہان کی
 وفات) باز سیدہ بلکہ آثار صوت ظاہری شود از جائے خود حرکت کردن پہنچا

بختے مراتب پرداختن مناسب نہی نماید، اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار،

افواج بسورت می فرستاد نزد درین کا تعجیل نہی رفت، (بتربود الی آخرہ) (فیاض القوانین)

شغف مکاتیب تیموریہ وغیرہ

عالملگیر و مراد کے	وکلا سے ابرادران معنی نظر بندان کہ مخد (یعنے دارالشکوہ) جمعی ہے
--------------------	---

وکلا کا نظر بند کرنا او	گماشته کہ در حضرو سفر بہ دور خانہ آہنامی باشند و مقرر بنو دہ کہ اخبار
-------------------------	---

واقع نویسی سے لوکنا	وساخ آن جارا مطابق گفتہ میر صاحب برادر روشن قلم ہے مانو سید
---------------------	---

(فیاض القوانین)

عالملگیر کے دلیل	عیسیٰ بیگ دلیل سرکار دینے عالملگیر را بی صدو حجر می
------------------	---

کا گھر ضبط کرنا	محبوس ساختہ بضبط اموال و امتحنہ او فرمان داد دند، (ما شر عالملگیری)
-----------------	---

مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۷۲)

واقعات مذکورہ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کار روانی سے اخیر تک دارالشکوہ اور عالملگیر دلوان میں سے کون تقسیمی دار ہے، خبروں کا روکنا، عالملگیر کے وکلا کا نظر بند کرنا، عالملگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا، عین جنگ کی حالت میں عالملگیر کے امر اور فوج کا اُس کے پاس سے بلوائیں، ہمارا جہ جسونت سنگھ کو عالملگیر کے مقابلے پر مامور کرنا، کیسے افعال ہیں؟ اور کیا ان میں سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہو؟

لہ صوبہ برا عالملگیر کی جاگیر میں تھا، دارالشکوہ نے اسکو ضبط کر لیا مرا جنپیں کے خطوط میں برابر اسکا ذکر آیا ہو،

تم کہ سکتے ہو کہ یہ سب دارالشکوہ کے افعال ہیں، ان کو شاہ جہان کے واقعہ کی بحث میں پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے، لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیاں جو اب تک اُس نے کیں، یعنی دکن سے روانہ ہوا، راہ میں حبسونت سنگھ نے دارالشکوہ کی طرف سے روکا تو اُسکو لڑکر شکست دی، آگرہ میں آیا، یہ سب دارالشکوہ ہی کے مقابل میں تھیں، شاہ جہان کی بحث میں ان واقعات کے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اسنپر عالمگیر کی ناسرا حرکات میں شمار کرتے ہیں کہ یہ سب باقی میں گویا شاہ جہان کے مقابلہ میں تھیں،

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانے میں شاہ جہان ہمہ تن مجبور ہو کر دارالشکوہ کے قبضے میں آگیا تھا، اور وہ جو کچھ چاہتا تھا شاہ جہان کے نام سے کرتا تھا،

خافی خان کے بیان میں اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان آگرہ میں نہیں آنا چاہتا تھا دارالشکوہ نے مجبور کیا، دارالشکوہ جب فوج لیکر حلا تو شاہ جہان نے بہت روکا لیکن دارالشکوہ نے نہ مانا، شاہ جہان نے عالمگیر کے معاملے کرنے کے لیے خود جانا چاہا، دارالشکوہ نے نہ جانے دیا، ڈاکٹر بیرنیرا پنے سفر نامہ میں لکھتا ہے،

”ان دونوں شاہ جہان کافی الواقع بہت پتلہ حال تھا اور علاوہ شدائد اور

تکالیف مرض وہ حقیقت دار اشکوہ کے پنج سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (ترجمہ سفر نامہ

برنیر، جلد اول صفحہ ۶۵)

مراواد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے،

اماہ اجھا ظاہر شد کہ آن طرف (یعنی دار اشکوہ) استقلال و تسلط تمامی کر

ناشت یافتہ حمل و عقد امور حضور اقدس (شاہ جہان) پہنچنہ اقتدار خود آور دا

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ دار اشکوہ نے یہ مشق بھم پوچھائی تھی کہ شاہ جہان کے خط میں بالکل خطا ملا دیتا تھا، اور فرمایں پر شاہ جہان کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا، مراواد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے،

ولحد (دار اشکوہ) خود تقلید خط اقدس (شاہ جہان) راجہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر

فرمایں دستخط اسی کند،

ان موقعون پر مراواد کا بیان اس لیے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے اس لیے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ عوام کے دھوکا دینے کے لیے لکھتا ہو، مراواد اور عالمگیر اسوقت تک ہمراز اور ہدر دیں، واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انہیں احکام کی پابندی ضرور تھی جو شاہ جہان کے اصلی احکام تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلے پر بھینجا، دار اشکوہ کی شرارت تھی، شاہ جہان اس پر راضی نہ تھا،

لہ مراواد کے خطوط کی عبارتین مکاتیب تعمیریہ سے نقل کی گئی ہیں جبکہ امام فیاض القوینی ہو،

داراشکوہ کے مقابلے میں عالمگیر کا آمادہ جنگ ہونا حفاظت خود اختیاری کا ضروری فرض تھا، اگر طبیر عالمگیر کا سب سے بڑا شمن ہے، تاہم ان بھائیوں کے ارادہ جنگ کے متعلق لکھتا ہے،

واقعی ان کو اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تحنت کی امید نہیں اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین لکھی تھا اور اب صرف دو ہی باقین تھیں، یا موت یا سلطنت اور سطح شاہ ہمان خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ پھر کرنے کی تھیں ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امید و نیں ناکامیاب رہیں گے تو غالباً اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کر دیگا، (ترجمہ سفرنامہ بنزیر صفحہ ۲۶۷ و ۲۶۸)

لین پول صاحب لکھتے ہیں،

اوّر نگ زیب یہ ضرور جانتا ہو گا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تحشی میں سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مار جائے گا اور اُس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہو گا حفاظتِ خود اختیاری میں اُس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لیے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے، (ترجمہ

اوّر نگ زیب مصنفوں لین پول، صفحہ ۳۱)

بہ حال عالمگیر جبوت شکوہ اور داراشکوہ سے لڑا اور انکو شکست دی

لیکن ایک عرض داشت کے ذریعے سے شاہ جہان کو ان تمام واقعات کی خبر دی، شاہ جہان نے دست خاص سے تسلی نامہ لکھ کر بھیجا، پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا، چنانچہ عالمگیر نے ان واقعات کو تفضیل لکھا ہے،

عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا خطا خود اختیاری کیوجہ سے کیا، لیکن جب جسونت سنگ کو شکست دیکر اگرہ کے قریب پہنچ گیا، اور شاہ جہان نے اُس کو بار بار بلایا، اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے، تھے اور انعام بخیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھکر عالمگیر کے حق میں کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، یعنی یہ کہ دارالشکوہ کو پنجاب و کابل، اور مراد کو گرات، اور شجاع کو بنگال دیا جائے، اور عالمگیر کو ولیعهدی کا منصب اور پائی تخت کی سلطنت دیجائے، تو اس حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا گستاخی سے پیش آنا، اور بالآخر قلعہ میں نظر بند کر دینا، اخلاقی کے مذہب میں کفر سے بدتر ہے،

لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہ جہان فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے شاہ جہان اور عالمگیر دونوں کیاں واجب التعظیم ہیں، گوروہ خلیفہ نہیں لیکن انفوی معنوں میں (ذمہ شرعی) امیر المؤمنین ہیں، میرا دل نکھتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ملزم ٹھہراؤں، لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہو؟ شاہ جہان

اور عالمگیر دونون قابل ادب ہیں، لیکن دونون سے بڑھ کر بھی ایک چیز ہے
”حق اور راستی“ اور مجھکو اسی اعلیٰ ترجیح کے سامنے گردن جھکا دینی چاہتے ہیں،
تمام مورخین میں عاقل خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے،
عالمگیر کے نام شاہ جہان کے درد انگریز خطوط جن سے پھر کا دل پانی ہو جاتا ہے
بعینہ نقل کیے ہیں، نواب جہان آرا بیکم نے شاہ جہان کے اشارے سے
جو خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے، عالمگیر کو جو لوگ شاہ جہان کی خدمت میں
حاضر ہونے سے روکتے تھے، انکو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہے، اور یہ
تمام داستان، اس تفصیل، اس زور ما اس درد کے ساتھ لکھی ہے، کہ پڑھنے والے
کے منہ سے بے اختیار عالمگیر کے حق میں نفرین ملکجاہی ہے، لیکن بالآخر جب یہ
موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے قیام کا ہے
نکلتا ہے اور اُس کے مقربین اُس کو روکتے ہیں، تو اسی مورخ (عقل خان)
کو یہ لکھنا پڑتا ہے،

درین اتنا کہ آن حضرت عالمگیر اربع مبارک بخنان	عین اُس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت
دولت سکالان داشتہ متعدد بودندنا کا ناہر دل خان	کی باتیں سُنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے،
دفعہ ناہر دل خان چیلہ سامنے سے نکلا	چیلہ بر سید فرمائے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہ جہان)
شاہ جہان نے خدا پسے ہاتھ سے دارالشکوہ	بخط مبارک بدارالشکوہ نوشتہ از راه اعتماد بکال
کے نام خدا لکھ کر اصلاح دکار احمد را بن	اہتمام و احتیاط بد و حوال فرمودند کہ اصلاح احمدے را بن

راز و قوت نداده خود را بعنوان شیگر و بیغار به دارالخلافت
کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور بیلغار
شاد جہان آباد نزد دارالشکوه رساند و فرمان را بآنچا ب
کرتے ہوئے دارالشکوه کے پاس سے جواب
رسانیدہ جواب بیار، و درنظر انور حضرت جہان پناہی
لاؤ، خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارالشکوه)
در آور دو مضمون آن منشور ناطق بمان بود کہ دارالشکوه
مطین ہو کر دن سے آگے نہ بڑھو، اور
خاطر خود را جمع کر ده در شاد جہان آباد ثبات قدم و رزود
وہیں قیام کرو۔ ہسم یہاں قصہ فیصل
از ان جا بیشتر نگزد، کہ ما این جامِ رافیصل می فرمائیم،
کیے دیتے ہیں،
این فرمان مصدق و مصدق قول خیر خواہ ان آمدہ۔
اس خط سے عالمگیر کے ہوا خواہوئی را کی
پہلی تصدیق ہو گئی

ما ترا لامرا، مین بھی یہ واقعہ نہایت تفضیل سے لکھا ہے، اخیر کے فقرے

یہ ہیں

درین اشناکه خلد مکان (عالیگیر) گوش بر سخنان دولت سکالان داشته متعدد بود
ناہر دل چلی رسید و فرانے کہ اعلیٰ حضرت بخط خود بہ دارالشکوه نوشتہ
از روے اعتماد بد و حوال نموده بود کہ خود بعنوان سبکر وی پر شاد جہان آباد نزد دارالشکوه
رسانیدہ جواب بیار و آور ده گذرا نیند، مضمون آنکہ او شکر افراہم آور ده درمی ثبات
قدم و رزود مادرین جامِ رافیصل می فرمائیم (ما ترا لامرا، جلد دوم صفحہ ۴۹)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا شمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود
تھا اُس کے بیان سے اس اجال کی گردھ کھل جاتی ہے وہ لکھتا ہے،

”شاہ جہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اور نگ زیب کے پاس
یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ”بیشک دار اشکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اور
اُس کی بے سمجھی اور نالائیتی کی باتیں یاد دلا کر کما کم تم پر تو ہم ابتداء ہی سے
دلی شفقت رکھتے ہیں پس تکوہ ہمارے پاس جلد آنا چاہیے تاکہ تمہارے مشروہ
سے اُن امور کا انتحلام کیا جائے جو اس افرا تفری کے باعث خراب اور
ابتر ٹپے ہوئے ہیں“ مگر اس محتاج شہزادہ (سینے عالمگیر) نے بدگمانی سے
بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے میں چلے جانے کی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم
تھا کہ بیگم صاحب (سینے جہان آر ابیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی
اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہو
اور یہ پیغام اُس کا ایک چکہ ہے اور اُس نے قلمان قینون (تاتاری عوتین)
ہین سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کے کام پرستین رہتی ہیں کچھ قوی ہیکل اور
مضبوط اور سلح عورتین اس قصد سے لگا رکھی ہیں کجب وہ قلعے میں داخل
ہو تو فوراً اُس پر آن پڑیں (سفر نامہ ڈاکٹر بنیز ترجمہ اول صفحہ ۱۱۷)

لین پول نے سچ لکھا کہ ”اُس جاں میں جو شاہ جہان نے اپنے بیٹے کے
پھانسے کو بھیجا یا شاہ جہان خود ہپنس لے گیا“

عالمگیر نے بارہ شاہ جہان کی خدمت میں خاضر ہو کر عفو فضور کرانا چاہا لیکن

شاہ جہان اب بھی دارالشکوہ کا خواب دیکھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ جہان ادا بیگم جو
شاہ جہان کی دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی، دارالشکوہ کی نہایت طرفدار تھی؛
شاہ جہان نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا،
اور اس قسم کی اُس کی کوششیں بار بار جاری ریئن، عالمگیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا،
خافی خان لکھتا ہے،

خلد مکان (عالمگیر) کمر را دادہ دیدن پر والا قدر بقصہ مذہر و التاس عفو تھیں
کہ از تقدیرات آئی و شوی برا دنا ہجھا ربا اختیار بھلو رامدہ، موندہ، آخر چون نستند
کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) طفت رعایت و اعانت دارالشکوہ غائب
وراغب سست و سر شدہ اختیار حکم قلم تقدیر از دست رفتہ، مصلحت در فتح

وزیریت طلاقات پدر نامدار والستہ، جلد اول صفحہ ۳۷

قت
اسی زمانے میں شاہ جہان نے ایک خط مہابت خان سپہ سالار کو جو اسو
کابل میں تھا لکھا، یہ خط خافی خان نے پورا نقل کیا ہو، اس کے چند فزرے یہیں،
”چون فرزند مظلوم دارالشکوہ بعد از شکست رو ان لا ہو شدہ،“ بہ مد و
رفاقت دارالشکوہ با پرداختہ ب مقابلہ وجزائی اعمال ہر دنابر خور دار یعنی
(عالمگیر و مراد) پردازد“

شاہ جہان کی ان تمام سازشی اور معنی الگانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر
نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادہ عظیم کو شاہ جہان کی خدمت میں عفو تھیں

کے لیے بھیجا اور پاسوا شرفیان اور چارہزار روپے نذر بھیجے، اور چند روز کے بعد جب قلعے کی حفاظت کی طرف سے پورا الٹینان ہو گیا تو شاہ جہان کے لیے قسم کے سامان جمیا کر دیے، ڈاکٹر برنسیر کو بھی مجبور آیہ شہادت دینی پڑی،

”غرضکے اور نگز زیب کا برتاؤ شاہ جہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا اور نہایت کثرت سے تختے تھے بھیجا بھیجا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اُس کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیرو مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اُس کے عریفون سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمابندواری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہ جہان کی گردان کشی اور اُس کا غصہ آخر کار ہیان تک ٹھنڈا پڑگیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹھے کو لکھنے پڑنے لگ گیا،

بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اُس کے

حق میں دعاۓ خیر بھی کر دیئی“ (ترجمہ سفر نامہ ڈاکٹر برنسیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

الضاف کرو، شاہ جہان اتنی بات پر برسون جماں گیر سے لڑتا رہا کہ اس نے شاہ جہان کی جاگیر نور جہان کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی غنائمیں بجا لمحیں آہم شاہ جہان نیک نام ہے، عالمگیر نے اس حالت میں کہ اُس کی جاگیر جھیں لیکی

۱۵ اسکے بعد برنسیر نے لکھا ہے کہ ”عالمگیر شاہ جہان کی ہدایتوں کے برخلاف بھی گرتا تھا لیکن وہ عام

سلطنت کے متعلق ہدایتوں کی خلافت تھی جبکہ اس موقع سے کوئی تعلق نہیں،

تیخواہ بند کر دی گئی عین دشمنوں کے مقابلے کے وقت، اُس کی فوج اُس کے پاس سے پلائی گئی۔ ۵، ہزار فوج خود اس کے مقابلے و مقاتلے کے لیے روانہ ہوئی قلعہ میں اُس کے قتل کا بندوبست کیا گیا، ان سب یاتوں کے ساتھ وہ شاہ جہاں کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا، تاہم وہ بنیام ہے،
 رند و صوفی ہمہ سرست گذشتہ و گذشت قصہ ما ست کہ در کوچہ و بازار باند
 مورخین کو اپنے محلہ عالمت میں اس بات کا بست کم موقع حاصل ہو سکتا ہے
 کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کر سکیں لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا
 افسوس نہیں ہو سکتا، عالمگیر نے شاہ جہان کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں ان اذامات
 کی خود جواب دہی کی ہے، عالمگیر کو اس کے مخالفوں نے ہلکیشہ سخن ساز اور متوفی
 بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آگئے ہیں اور
 راز ہائے صربتہ کے چہرے سے نقاب اٹھ گئی ہے اس لیے موقع ہو کہ عالمگیر
 کو اپنے غدرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے تاہم اُس کا اصلی خط خافی خان
 کی تحریر کے مطابق نقل کرنے ہیں، ویکھو اس سخن ساز اور متوفی شخص کا ایک حرف
 بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے؟

بعد ادا نئے مراسم عبیدت و عبودیت بحضور اشرف می رساند، صحیفہ کہ بخط خاص
 پس از تادی ایام صادر شده بود پر تو رو دانراخت بہ مطالعہ ارجام سرمایہ سعادت

حاصل کرد یک‌چیزی که نگارش یا فرموده و ضوح انجامید، از سبب گرفتگیر خطا و تفاسیر
 شده بوده، برخاطر دریا مقاطر پوشیده ننمذک ازین مرید را بتدای حال و آغاز و قوع
 را استبه که به تقدیر ایزد متعال رواده به اعتماد آن که چون آنحضرت عقل کل اند و اثرا و اتفاق
 گرامی در جهار ب پست و بلند روزگار گذشت، شاید تصور این امور را فضلاً وقدر دانسته
 در نیکست کار این مرید و رونق بازار و میکان که ارادت الله بدان تعلق نمگرفت،
 کوشش نفرمایند سلوک را به نجع محسن قرار داده بود و می خواست که بعد رفع شور
 در استرضای خاطر و الامر اهتمام همیان جان بسته بدان و سیله سعادت دارین حصل
 کند و هر چی شنید که موجب ارتفاع غبار فساد و بزم خود و گی همات عباد ب تحریک
 آن حضرت است، و پرادران به مردم اقدس دست و پامی زندن و جانی می کشند،
 گوش به نخان مردم نینداخته، اندیشه انحراف از شاهراه عقیدت نمی مخدو لیکن
 ازان جاکه اخبار بے توجی حضرت به تو اتر رسیده چنانچه از نوشتة که به خط هندوی
 به شجاع علمی گردیده بود و خان و مان او بر سر آن خراب گشته، ہوید است یقین حاصل
 شد که آن حضرت این مرید را نمی خواهد و آن که از دست رفتہ هنوز تلاش دارند
 که دیگر استقلال پنیر و دسمی و ترد و این فدوی که مصروف برا جراحت احکام دین
 و انتظام همات حملکت است صالح شود و بهیچ طریق ازین فکر باز نیامده درین کار
 مصرازند، ناگزیر به مراغات لوازم حرم و احتیاط پرداخته و از حدوث مفسدہ های
 متنین التدارک اندیشه مند گشته انچه به خاطر داشت نتوانست از قوه پنهان آورد و

و برصدق این و خوبی خدا نے تو انسان شاہ است، انشاء الله تعالیٰ بحدازان ککار
 معاذان ہے کیے ازین دوجہ ساختہ شود چرا این ہمہ عبث احتیاط خواہ منود، درباب
 آبدار شاخ قلمی منود، بودنہ، آب خاص غسل خانہ درین وقت کہ آن حضرت پیشہ دخل
 گی باشدندجہ درکار است و هر برکار خانہ طبیوس منود ان از رہگز رقصہ شدن
 خواجه معمور می شد، احوال کرد گیر بین محمدہ ما مور گردید پوشک مبارک پستور بقی
 بے تعلل خواہ رسید،

داراشکوہ کا قتل | موافق اور مخالف دو فون تسلیم کرتے ہیں کہ داراشکوہ اپنی بد تبریزی
 خود رائی کچھ طبعی کی وجہ سے اس قابل تھا کہ تمیور کے تحت کاملاں کاملاں ہوتا، اس سے
 بھی کسی کو انکار نہیں کہ جایوں کی جنگ میں ابتدہ اُس کی طرف سے ہوئی اور عالمگیر
 و مراد و شجاع کو مجبوراً اُس کے حملوں کو روکنا پڑا یہ بھی کچھ الزام کی بات نہیں کہ داراشکوہ
 گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا، لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی مخنوظ
 مقام میں نظر بند رکھا جاتا، وہ لکتنا ہی جراسی لیکن بھائی تھا، اگر عالمگیر اُس کے خون سے
 ہاتھ زنگیں نہ کرتا تو اخلاقی مرقع میں اُس کی تصویر اس قد رفت انجینز نہ ہوتی

بے شبہ یہ اعتراض ہے ظاہر نہایت قوی ہے لیکن تمیوری خاندان بلکہ تسام
 ایشیائی سلطنتوں میں معیان سلطنت قید اور نظر بند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبوں
 سے دست برد ا نہیں ہوتے، اس کے ساتھ ان کے طفداروں کا ایک گروہ ہمیشہ

۱۰ (ترجمہ سفر نامہ بنی صفحہ ۱۱)، کیا ایسا بیک سلطنت کے بارگران اٹھانے کے قابل تھا۔

موجود رہتا ہے اور اُس وقت تک نچلا نہیں بیٹھتا جب تک سخل آرزو کے تمام رُگ
و ریشے کٹ نہ جائیں، تم نے تمام تاریخون میں پڑھا ہو گا کہ دارالشکوہ جب
دلی میں گرفتار ہو کر آیا ہے اور بازار میں اسی حالت سے سکلا ہے تو تمام شہر میں
ہنگامہ برپا تھا زن و مرد دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، بالاخافون سے سرکاری آدمیوں
پر پھر اور دھیلے پھینکے جاتے تھے ملک جیون چیز نے دارا کو گرفتار کیا تھا گالیوں کا میخ بریں ہاتھا

^{حاشیہ صفحہ ۷۳}
لہ ڈاکٹر بر نیر سے زیادہ کوں شخص دارالشکوہ کا دوست ہو سکتا ہے، اُس نے سخت صیبیت
کی حالت میں دارالشکوہ کا ساتھ دیا تھا، تاہم وہ دارالشکوہ کی ذاتی خوبیاں گناہ کر لکھتا ہے۔
مگر با اینہمہ ٹراہی خود پس اور خود رائے تھا اور اُس کو یہ گھمنہ تھا کہ میں اپنی عقل کی
رسانی اور خوش تدبیری سے ہرام کا بند و بست اور انتظام کر سکتا ہوں اور کوئی
فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح اور مشورہ دے سکے، وہ ان لوگوں سے جو اس
دوستے دوستے کوئی اصلاح دینے کی جگات کر بیٹھتے تھے اتحیر اور اہانت سے
پیش آتا تھا، چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سببے اُس کے دلی خیر خواہ بھی
اُس کے بھائیوں کی اپیشیدہ اور مخفی بندشوں سے اُسے آگاہ نہ کر سکے وہ درانے
اور وہنمکانے میں بڑی تھا یہان تک کہ بڑے بڑے اور اکو بڑا بھلاک بہتی
اور اُن کی ہٹک کر دالتا لیکن اُس کا خصہ اور بد مزاجی ایک آن کی آن میں
جاتی رہتی تھی،

ظاہر ہیں خیال کرتے ہیں کہ یہ دارالشکوہ کی ہر لعزیزی کا اثر تھا اور اس لیے اس کا مالک تن و تخت ہونا زیادہ موزوں تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا شعبہ تھا خافی خان لکھتا ہے،

روز دیگر کہ کوتوال بوجب حکم درپے تحقیق بانی آن فناد پرداخت ظاہر شد کہ ہمیست

نام احمد سے پیش قدم این جراحت کشہ مادہ فناد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود

بے شبہ لوگوں کو خود بھی رقت ہوئی ہو گی، لیکن یملکی ہر لعزیزی کا ثبوت نہیں ہے
دارالشکوہ جس شان و شوگت کا شہزادہ تھا جس کروفر سے اُس کی سواری شہر میں لوگوں
نے نسلکتے دیکھی تھی جس طرح وہ رپے بر ساتا ہوا بازار سے گزر کرتا تھا، اس کے مقابلہ
یہیں جب لوگوں نے اُس کو شکستہ حال پائی تھی بے کس و بے یار، بازار سے گزرتے
دیکھا ہو گا تو کس کے دل سے آہ نسلکل گئی ہو گی اس وقت اس فیصلہ کرنے کا کیا وقت
تھا کہ وہ تخت ناہی کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی حالتوں میں تو دشمن کے لیے
بھی آنسو نسلک آتے ہیں اور دارالشکوہ تو پھر بھی صاحقران شامی کا شہزادہ اعظم تھا

قطعی ہے کہ دارالشکوہ جب تک زندہ رہتا سازشیں برپا رہتیں اور ملک کو من
و امان نصیب نہ ہوتا اس لیے عالمگیر کو وہی کرنا پڑا جو خود اُس کے باپ شاہ جہان سے
اُس کو ترک میں ملا تھا شاہ جہان نے اپنے بھائیوں را دخوشیں و شرمیں اور حقیقی بھیجوں
روشنگ وغیرہ کو قتل کرایا تھا، عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق تھا ع

ایں گناہیست کہ دشمن شہزادے کنندہ

مراد کا واقعہ یہ مسئلہ شاہ جہان کی قید اور داراء کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے شاہ جہان اور
دارالشکوہ دونوں عالمگیر کے صریح منافع فتح یہ لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت نکم
کے معروکے میں اُسی کی پامردی اور انہاد ہند جانبازی نے دارالشکوہ کی فتح کا پاسہ الٹا یا
تحاوہ ابتداء سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور طاعت گزار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھا
کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلمہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی
سے آزاد ہو گیا۔

لیکن اس مسئلے نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخون نے پورا واقعہ
بیان نہیں کیا۔ عالمگیر نامہ اور ماڑ عالمگیری کے مصنفوں تو اس قسم کے واقعات کے اس باب
عقل سے مطلق بحث نہیں کرتے اس لیے اُن سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن خافی خان
جو ان مصنفوں پر ترجیح حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے مأخذ و نہیں سے اور باخضو ص
عقل خان کی تصنیف سے حالات بہم پوچھتا ہے جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ
لکھ کر رہ جاتا ہے۔

اول روز محمد ہرا دجنس را چھن تدبیر کے تقدیر بران موافق نہ کر بذکر تفصیل آن
نہی پر دو ز دستگیر ساختہ زنجیر پا انداختہ اخراج (جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہیں بیان کرتا۔ لیکن کیون؟ کیا عالمگیر پا حسان ہے کہ وہ
زیادہ بنام نہ ہونے پائے۔ لیکن شاہ جہان کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بنام

تھا اس کو خافی خان نے بڑی تلاش سے بھم پونچا یا چنانچہ خود لکھتا ہے۔

اگرچہ مولفان عمد تویں ہر سہ عالمگیر نامہ منزولی ساختن اعلیٰ حضرت رام واقع

مرمنی مبارک محلہ زبان قلم دادہ اندما عامل خلیل خان غافل خانی در داقعات عالمگیری

تایلیف خود پر صح و بسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آنکہ اخ (صفحہ ۳۲)

اسی عاقل خان نے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا تھا اس کو خافی خان

کیون قلم انداز کرتے ہیں۔

صلل واقعیہ ہے کہ مراد لوگوں نے اپنی سمت دلیر بہادر اور جان باز تھا لیکن اسکے ساتھ نہایت

سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگوں کے دم میں آجاتا تھا۔ دارالشکوہ پر جب

اس کو فتح حاصل ہو چکی تو اس کو لوگوں کے ہلاکنے سے یہ خیال آیا کہ یہ معمر کے میں نے

سر کیے ہیں۔ میں ہی تنہائی سلطنت کا حق دار ہوں اس خیال سے اس نے عالمگیر

سے علیحدگی اختیار کی۔ اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو بھاری تیخوا ہوں اور ان غامونی

طبع دلائکر تو ڈننا شروع کیا۔ چنانچہ میں ہزار فوج اس کی رکاب میں جمع ہو گئی اور روز بروز

عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی۔ مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا عاقل خان

لکھتا ہے۔

درین منزل پر بعض باریا نقکان محل دلار سید کے سلطان مراد بخش از

اکبر آباد کوچ نہ کرده از رفاقت پہلو تھی ساخت و جمعے از ملازمان

بادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مراد خان امیر الامراء وغیرہ طازہ مت

آن جناب (مراد بخش) اختیار کرده در سکاف ملازمانش انتظام یا فتنه و چون موحیب
و مناصب ده بیست و ده پانزده مقرر کرده جمیعتی که بدان جناب رجوع می آمد رعایت
کلی می فرمایند قریب بست هزار سور و نظر راتیش فرام آمده روز بروز مردم ظاهرا
صورت پرست که از سر منزل معنی و حقیقت چندین مرحله در افتاده اند بواسطه طبع منصب
و چشم رعایت از اراده معلق (یعنی از فوج عالمگیر اجد اشده آن جناب (مراد بخش)
می پیوندند و جمیعت پاہش آناناً فائماً نمی از دیدار می پزیرد.

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مراد بخش کو قابو میں لانا پڑا لیکن اضافہ یہ ہے کہ
عقل خان کی تحریر کے موافق جس طرح مراد گرفتار کیا گیا یعنی عالمگیر نے اس کو در شکم
کے بنا نے سے بلا یا اور قیلوہ کرنے کے لیے جب وہ خوا بگاہ راحت میں گیا تو ایک لوڈی
بیھج کر اُس کے ہتھیار منگو ایسے پھر شیخ نیسر وغیرہ کو بیھج کر اسکو گرفتار کرایا ایک ایسا کام
ہے جو پولیکل قانون کے رو سے گو جائز ہوا اور گو مراد سے علاویہ جنگ کرنے میں ہزاروں
کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خوزیر یون کی طرح اس کو بھی گوارا کرنا اور مراد پر تدبیر سے
نہیں بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مرداده روشن کی زیادہ داد دیتے۔ لیکن بیچ یہ ہو کہ
عالمگیر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ وہ خلیفہ مخصوص عباسی ہے جسے امیل صفحہ افغانی
بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلا کر قتل کرایا تھا۔ زیادہ منح کا مستحق ہو۔

یورپین مورخون کی غلط بیانیاں | یورپین مورخون نے ان تمام واقعیت کے متعلق جو غلط بیانیاں
اور فریب کاریاں کی ہیں ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہو گی

میں نے ابتدائے بحث سے اس وقت تک قصد ان کو نظر انہا زگرا تھا کہ ان میں اُبھر کر کی ہیں دہ جاؤں۔ لیکن اب جبکہ میں ضبط نفس کر کے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہوں تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے چھکھنا ضرور ہے کہ پوپین مورخون کی غلطکاری۔ ناقصیت فریب بازی اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہو سکے۔ شاہ جہان۔ دارالشکوہ۔ مراد۔ ہر ایک واقعہ کے متعلق ان مورخون کا یکسان طرز علی ہے لیکن میں اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اتفاق رکھتا ہوں

۱۔ تمام پوپین مورخین لکھتے ہیں کہ شاہ جہان کے مقابلے میں بناءت اور دارالشکوہ سے رٹنے پر ہراو کو عالمگیر نے ابھارا اور مختلف فریبون سے اُس کو اس پر آمادہ کیا۔ لیکن علاوہ تاریخی کتابوں کے خود ہراو کے خطوط موجود ہیں جن سے صراحتہ ہر جگہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر نے ابھے سے حرکت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا۔ ایک خط میں جو ۲۳۔ صفر یعنی شاہ جہان کی پیاری سے دو میئن بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے۔ تمام واقعات کی اطلاع دیکا اور عالمگیر نے شرکیں جنگ ہونے کی درخواست کر کے لکھتا ہے

اگر ان عاصبہ مہماں نیزاں ان طوف متوجہ شود، بہتر والا مخلص بیچ وجہ دین باقی قہن

جو دفتر اپنی تواند داد۔

جب عالمگیر نے ان خلوط کے جواب میں لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں اور ہم لوگوں کو کوچلے سے حرکت نہ کرنی چاہیے اور آپ نے بند ر سورت پر چڑھائی ذمکی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ تو مراد نے متعدد خطوط میں عالمگیر کو اگرہ کی طرف بڑھنے پر ابھارا ہے۔ ایک خط میں جو اربع الاول

کا لکھا ہوا ہے لکھتا ہے۔

انچہ از تقریر دختر یگرامی مفہوم شدہ کرد و قوع آن واقع وفات شاه جہان (تددوادار نہ بخود
محقول نہی تو اندکرد۔ بہ حال چون ہرچو بعد از تیقین این معنی بایستے کرد بہ عمل آمده گرستمن
از ان امکان نہ دارد۔

پھر ایک اور خط میں لکھتا ہے۔

انچہ اندراج یافته کہ چون تعالیٰ خبر و قوع قضیہ ناگزیر (یعنی وفات شاه جہان) بہادر سیدہ
بجا آئا صحت ظاہر شود۔ از جائے خود حرکت کرد ان ای انہمار بعضیہ مراتب پر و ختن مناب
نمی ناید۔ اگر آن براو نیز بجہ اتحیث اخبار احوال سورت می فرستادند و درین کا جیل
نمی رفت بہتری بود (یہاں تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہے) در واقع نظر بہ نوشۂ جات وکیل
چنپن بایستے کرد کہ رقم فرمودہ اندام ادین ایام براین اعتماد نیست کہ از تغایر جاسوسان محمد
بہ قیین پیوستہ کہ در او مطہر ذبح حضرت راہنگام موعد رسید و کلاسے ما برادران بہ مند
نظر بنداند۔ بہدو وقت یہ انتظار خبر بردن۔ وقت و قابو را لزد است دادن و گپتو سے
ارباب عہدا بازی نور دان۔ واطاعت، او کہ اصل طبیعت برئی تا بدکردن است۔

اسی خط کے اخیر میں لکھتا ہے

مُخْ این یہ مقدمات آنکہ قرار و مدار کا خود را بر محاذِ جنگ لگا شتہ ہمہ جامستعد و آمادہ کا زدار
است و سوائے این فکرے دگر نہار و پیرامون خاطر نے گرد و گرد اگر انتظار آن صاحب لا اقدہ
مانع نہی بود تعالیٰ خود را بآن نواحی می رسانید۔

اس پہلی عالمگیر کو بار بار روکتا ہے اور مراد پڑھنے کے لیے بقرا ری ظاہر کرتا ہے
چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے۔

مخلص راسوانے اجازت آن صاحب مہران۔ مانئے نیست۔

اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا ہے توہا۔ ربع الثانی کو عالمگیر
کو ایک خط میں لکھتا ہے۔

”اشکر کے مشغول آنجا (یعنی سورت) بود دین زودی پھنسو رسے رسد۔ منتظر اشارہ و

اجازت آن صاحب مہران است“

اسی زمانے میں یعنی ۱۴۰۱-۱۴۰۲ ربيع الثانی کو ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہو
چون آن صاحب والا قدر دین دادی متعدد خاطرو بودہ در کارہائے ضروری آن وقت را
موقف تشخیص خبر سے دارند۔ ہر چند روز سے گزرد۔ مختلف (یعنی دار اشکوہ) وقت
واستقلال دیکھے گیرد۔۔۔ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را (شاه جہان)
مطلق اختیارے نامنہ است۔ وآن حضرت را ملود (دار اشکوہ) البتہ بصید خوش در اور دقت
کافوج بر سر بھائی شجاع رفتہ در پئے برہزادن ما است۔ پھنس بھرنجے کروے دہ
آن ملود از میان برداشتہ حضرت اعلیٰ را زدست او بر سے آیم بھر حال عازم مقصد شدن
اوے است۔ اگر این طرز پنڈ خاطر افتد۔ صاحب و قلب بھائی جیو۔ (یعنی شجاع) را ہمین باب
تفق سانشہ در کیک ساعتی یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد
اس قسم کے اور بہت سے خطوط میں جن سے علامانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار

روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگوں کو اپنی جگہ پر رہنا چاہئے لیکن
ہر اور کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے۔ کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر زندہ
بھی ہیں تو دارالشکوہ کے قابو میں ہیں۔ کبھی لکھتا ہے کہ اب جوارا وہ کر لیا کر لیا۔ اب آپ بھی ساتھ
دست بھی تو دیجیے ورنہ بندہ تنہار وانہ ہوتا ہے۔

الضافت کرو ان نصرحات کے بعد یو پین مورخون یا خانی خان کا یہاں کس حد تک صحیح
ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے ہرا او کو دم دلاستہ دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

۲۔ یو پین مورخ لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی
میں دارالشکوہ کے استیصال کے بعد جو کوچلا جاؤ نگاہ۔ برنسیر صاحب لکھتے ہیں کہ اسی بنابر
عالمگیر ہمیشہ ہرا او کو "حضرت" کے لفظ سے خطاب کیا تھا۔ خانی خان کے طرز تحریر سے
بھی پایا جاتا ہے کہ ہرا او کو سلطنت کی امید والائیگئی تھی۔ لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے
بے شبہ تینون بھائیوں میں ایک معاہدہ ہوا تھا لیکن خانی خان اور یو پین مورخون نے اسکی
تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا۔ مرزا ہراونے اپنے خطوط میں جو عالمگیر
اور شجاع کو لکھے ہیں جا بجا اس کا اشارہ کیا ہے اس کا حامل یہ ہے کہ دارالشکوہ جب ہم میں
کسی ایک پرچھانی کرے تو اور بھائی بھی اعانت میں شرکیے ہوں چنانچہ ایک خط میں
لکھتا ہے

"از معهودات فیما یعنی آن سمت کہ ہرگاہ محدث (دارالشکوہ) ہے کیا از بادران ہے پھر دیگران
اواد بکنند"

۱۷۔ مراد اپنے خطوط میں عموماً دارالشکوہ کو ملک لکھتا ہے۔

اس کے سوایہ بھی معاہدے میں داخل تھا کفرخ کے بعد ایک شنست مال غمیت اور
کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے ہرا و کو دیے جائیں عاشر خان واقعات عالمگیری میں
لکھتا ہے

قراریافت کر شنست از غایم فصیبہ سلطان (یعنی مراد) و شان بر کار فرض آثار (یعنی عالمگیر)

عامگردو بعد تحریر کل قلم و حضرت صاحقران و فتح مالک محدودہ ہندوستان ولایت پنجاب

و شان و کشمیر و کابل پنجاب سلطانی تعلق گیرد و آن جناب (یعنی مراد) در ولایات مذکورہ علم

سلطنت بر فراز و آن سی سرو کوس فرمان روانی نہواز و خطبہ و سکہ بنام خود بنازد

چنانچہ دارالشکوہ کی شنست کے بعد جب ہرا و نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی

ظاہر کی تو عالمگیر نے اسی معاہدے کی بنابریں لاکھ روپیے نقد بھیج دیے اور کہلا بھیجا کر دارالشکوہ

کے قصہ فصل ہونے کے بعد کابل او پنجاب و کشمیر بھی حوالہ کیا جائیگا۔ عاشر خان

لکھتا ہے۔

لا جرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لکھ دو پیہ نقدہ و اسط اور سال داشتہ پیام کر دکر

با فضل این سلیغ را بحضورت خاصہ خود و میاہ صرف نایندہ بوجبی کہ آن بادر والا تباہ مفتر

کر دہ شد کہ لشی از غایم ہے سرکار ایشان عامگردو و عتمہ نیز خواہ رسید انشاء اللہ تعالیٰ

بعد از اتمام پذیر فتن مم دارالشکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر و آن منڈا رائے سلطنت

جانداری ارزانی خواہ شد

ان واقعات کے مقابلے میں ڈاکٹر پیر صاحب اور دیگر پوریں مورخون کا یہاں

کہ عالمگیر نے مراد کو اس بھرپور پرچھا یا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا۔ کس قدر صریح افترا اور بہتان ہے ڈالنے والے نے اس مضمون کو بار بار سنئے تو رسے بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب اگرچہ بہرہ ادبیں کو برداشت ہندوستان کمکن کر رکھتا رہا اور خلیل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں۔

(صفحہ ۲۰۸)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے

جستہ جستہ فقرے یہیں۔

بھافی تم کو اس بات کے یاد دلانے کے لیے کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی

میرے اصلی مذاق اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے۔ اور اگرچہ سلطنت کی حق حقوق

اور دعوونامے میں بالکل دست بردار ہوں۔ یہی نہیں کہ دارالحکومہ فواز و داری کے

او صاف سے خالی ہے بلکہ لاذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج و تخت کے

لائق نہیں۔ پس اس صورت میں اس عظیم الشان ملک کی سلطنت کی فواز و داری کے لائق

صرف آپ ہی ہیں۔ اور میری بابت تو آپ یہ تصویر کر لجیئے کہ اگر آپ کی طرف سے

موثی اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ مجاہد کر جب تھیں خدا آپ باشاہ ہو جائیں گے تو مجھا بھی

مسلم ہیں کوئی گوشہ نافیض ہے۔ ایناں خاطر عبادات اُسی بجالانے کو عنایت فرمائیا گی

پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجیے اور موقع کو غیبت بھیجیے اور جلدی سے سورت کے قلعے پر

قبضہ کرتے ہیں۔"

الضاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہیں اور خصوصاً یہ بیان کہ آپ فوراً سورت پر قبضہ کرتے ہیں اور دیرینہ لگائیں گے اس قدر صحیح ہے۔ مراود کے خطوط میں خود صحیح ہے کہ عالمگیر مذینون مراود کو نقل و حرکت سے روکتا رہا با خصوص قلمہ سورت پر اُس کی پیشقدمی کی نسبت صاف لکھا کر نامناسب تھی۔ ڈاکٹر بریمر صاحب اُنہاں عالمگیر کو مراود کی پیشقدمی کا محرك بتاتے ہیں۔ ہم کو مراود اور ڈاکٹر بریمر صاحب میں سے کسپر اعتبار کرنا چاہیے۔

۳۔ تمام یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے شراب پلو اک مراود کو گرفتار کیا لیکن ڈاکٹر بریمر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ طرہ یہ ہے کہ افغانستان صاحب گورنمنٹ اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں۔

اگرچہ بریمر صاحب بھی اسی زمانے کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر تقریری اور تحریری واقعیت اُن کی محدود ہو گئی اور ہندوستانیوں پر رائے لگائیں گے ذریعے اُنکے پاس کچھ تکوڑے موجود ہونگے۔ علاوہ اس کے اُن کے بیان میں ایسی یہی حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کی بناؤتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(صفحہ ۹۹۹ مطبوعہ علمیہ)

افغانستان صاحب نے بریمر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہو۔ لیکن افسوس یہ ہو کہ اُن کے نزدیک بریمر کا بیان وہیں تک ناقابل اعتبار ہے جہاں تک عالمگیر کے موافق ہے۔ ورنہ عالمگیر کی مخالفت میں اُس کا ایک ایک حرف وجی

ہے۔ اور نہ صرف افسوس صاحب بلکہ تمام یوپین موڑیں اس کو صحیفہ آسمانی سمجھتے ہیں۔

عالیٰ ملکیہ کے الزامات کی تمام روادا دب نہارے سامنے ہے۔ خورستے پڑھواو
بار بار پڑھواو رایک ایک فاقہ کو جا بخواو پھر دیکھو کہ مختلف مورخون نے عالیٰ ملکیہ کے بڑا ثابت
کرنے کے لیے کیا کیا غلط بنا نیاں کی ہیں۔ کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے۔ کیا کیا غلط
نتائج قائم کیے ہیں۔ کن کن پُرفیب طریقوں سے کام لیا ہے عالیٰ ملکیہ کیا۔ اگر یہ کوششیں

نوشیروالاں کے متعلق صرف کیجا تین تو وہ بھی شیطان بن جاتا۔

عستہ عالیٰ ملکیہ کے دوستوں میں ایک صاحب ہیں پول ہیں انہوں نے
عالیٰ ملکیہ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی داشت میں عالیٰ ملکیہ کے تمام
الزامات کا جواب دینا اور عالیٰ ملکیہ کو قابل قدر ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن اس کا طریقہ یہ
اختیار کیا ہے کہ عالیٰ ملکیہ کی ہر قسم کی برا بیان یعنی دار اشکوہ وغیرہ کا قتل۔ ہندو ریاستوں
سے بگاڑکر کے بنیاد سلطنت کا متزلزل کر دینا۔ بت خانوں کا توڑنا۔ ہندوؤں کو ملازمت سے
موقوف کرنا۔ دکن کی اسلامی سلطنتوں کا بر باد کرنا۔ مرہٹوں کے تیچھے فوج ملکا۔ سلطنت
کو غارت کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ثابت کی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ عالیٰ ملکیہ حونکا ایک نہایت دیندار
پکار اسخ مسلمان تھا۔ اس لیے فرانس نہیں کے لحاظ سے ایسا کرنا اس کا فرض نہیں تھا۔
چنانچہ محملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مغلوں کی تاریخ میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پا مسلمان تھا۔ جو منوعات سے خود پر ہیز

کرتا تھا اور دوسروں کو جو اُس کے گرد تھے باز رکھتا تھا۔ وہ ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض

ندہب کی بدولت اپنے تخت کو معرض خطرین ڈال دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جوں
 سب سے زیادہ مخنوٹ اطربیہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض نداہب کی بنی ہوئی ملحت
 کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جاسکتا تھا۔ وہ ضرور اس پڑھ راستے سے واقع ہو گا جس پر
 وہ گام فرمائی کر رہا تھا اور خوب جانتا ہو گا کہ ہندوؤں کی ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا۔
 اور ایرانی متسلون کو جو اُس کی فوج اور اُس کے دربائیں پرے برے سردار تھے علائیہ
 مخالفت کر کے دشمن بنانا ۷۰ گویا انقلاب کو خود بلانا تھا۔ تاہم اُس نے یہی راستہ اختیار کیا
 اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرمازوانی میں اسی پر چلا گیا ۷۱
 جلد کارروائیان اور نگز زیب نے کسی گھری حکمت علی کی وجہ سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو
 وہ قطبی حق سمجھتا تھا۔

(ترجمہ لین پول صفحہ ۶۳ و ۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

اور نگز زیب کے عمد حکومت میں ناکامی ہوئی تو لیکن ناکامی بڑی رفع الشان
 ناکامی تھی۔ دنیا کا راستہ اُس نے اپنی قوت ایمانیہ پر بند کر دیا تھا۔ اُس نے اپنے ادا
 فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور باوجود یہ وہ قطبی غیر ناممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے
 استقلال سے اسی پر چلا گیا۔ اگر اور نگز زیب ایک دنیا دار شخص ہونے کے قابل
 ہوتا تو اُس نے کار راستہ فرش مگل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان و کامرانی تو اسی
 یہی ہے کہ اُس نے اپنی روح کو بجور نہیں کیا اور علم عقاوہ کو پیغہ و کھلنے کی جواہت نکلی

ہندوستان کا یہ دیندار اعظم ایسے اداہ کا شخص تھا کہ اُس نے تاج شدہ اجیت لیا۔

(صفحہ ۲۰۱)

لیں پول صاحب کی یہ نہ ربانی چندان قابل تجویز نہیں وہ یورپیں مورخ ہیں اور ان کو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عترت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یا فتنہ گروہ لیں پول صاحب کی کتاب کو عالمگیری حایت خیال کرتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا اور قوم کے ایک بڑے مشہور اور مغز بزرگ کے نام معنوں کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے۔

زنادانی برداشت کرد۔ حمدہ مکار میں ضائع
عجب تراست کہ ہر منت بسیار ہم دارد

عیوب می جملہ مخفی ہنر شش خیز بگو

ایک طول طویل افانہ جو دت ہیں جا کر ختم ہوا، اس کا حاصل صرف اس قدر تکا کہ عالمگیر اتنا پڑا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اُس کو تباہتے ہیں لیکن کیا نا عالمگیر کی قسمت ہیں اسی قدر ہے کیا اُس کو اسی پر فناعت کرنی چاہیے کہ تحسین نہ سی۔ نفرین سے نجح جائے۔

ہم کو منا لفت مورخون کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انہوں نے گو عالمگیر کے معاشر جیسا کہ رکھنے لیکن محسن کے انہما ہیں کچھ کمی نہیں کی یہ البتہ ہے کہ معاشر کا صوراں ملند آہنگ سے پھونکا کہ نبویوں کی بھنک بھی کافی نہ آسکی لیکن اب جب کہ

الزمات کا تیرہ و تاریک مطاح کسی قدر صاف ہو گیا ہے، عالمگیر کی حقیقی خوبیوں کے پیش نظر
رنے کا موقع ہے۔

**تمور اپنے جانشینوں کے کارنامے میں ہمیشہ ملکی فتوحات اور سوت
ملکی اصلاحات اور انتظامات** تکمیل کر کے دھوندھیا۔ عالمگیر اس امتحان میں پورا امیر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کر جا کے ہے
دکن کی دو سلطنتیں حدود حکومت میں شامل ہو گئی ہیں، مختصر یہ کہ اس کے بعد میں تمیوری حکومت
کے حدود جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہیں ہوئے تھے لیکن ہم کو عالمگیر کی تاریخ حکومت میں
تمور کے مذاق کی پریوی کی ضرورت نہیں۔ چنگیز خان نے بھی ملک فتح کیے تھے۔ سکندر
بھی بہت بڑا کشورستان تھا۔ لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات میں
عالمگیر نے کیا کیا کیا ہے۔ اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱. تمام سلاطین کے زمانے میں الگزاری کے علاوہ بیسیوں ناجائزگس اور محصول جاری
تھے جنکی مجموعی تعداد۔ الگزاری کے برابر پونچ جاتی تھی مثلاً چنگی پاندری (مکان گاں) سر شماری۔ بر شماری۔ بر گدی۔ طوغانہ۔ جرمانہ۔ شکر انہ وغیرہ وغیرہ
ان محصولوں کی تعداد اتنی تک پونچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خانی خان نے لکھا ہے کہ ورنہ
سے زیادہ تھی عالمگیر نے یہ تمام محصول یک قلم موقوف کر دیے۔

۲۔ اکبر کے زمانے میں الگزاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا۔ اُس کی پھر تجدید
اور ترمیم کبھی نہیں ہوئی عالمگیر نے اپنے زمانے میں ترمیم و اصلاح کر کے ایک حصہ پر دستور العمل
طیار کیا۔ چنانچہ ہمارے ایک بیگانے دوست جدونا تھے سرکار پر و فیسر پسند کا جانے اس کو معہ

انگریزی ترجیہ کے ایشانک سوسائٹی گلکتہ کے جزل میں چھاپا ہے ہم تقویل کے سخاٹ سے اس کو نقل نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہو گا کہ عالمگیر کے زمانے میں محصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اسوق تک کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ ہم عہدہ عہد کی تفضیل لکھتے ہیں

عالمگیر	شاہ جان	اکبر
ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ	دو کروڑ سالائیں لاکھ پچاس ہزار پونڈ	چار کروڑ پونڈ یعنی ساٹھ کروڑ پونڈ

عالمگیر کے حدود حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدر آباد، بجا پور، آسام، چاٹکام اور تبت تھا لیکن ان تمام حاکم کی آمدی وسیلے بارہ کروڑ سے زیاد نہیں ہو سکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہو۔

۳۔ عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مر جاتا تھا تو اسکی تمام جامہ ادا اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانے میں داخل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانے میں نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پرستی تھا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ طریقہ بست سی برائیوں اور بے رحمیوں کا سرحد پہنچانی تھا۔ عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقف کر دیا آثار عالمگیری میں ہے (صفحہ ۵۳۱)

و اگذشت متروکات امر اے عظام کہ مطالبه دار سرکار مغلی بنا شنداز اععقاب آنکا متصدی یاں

بادشاہی دریام سلاطین سابق، فرداں احتیاط ضبطے نہ داد این یعنی سبب آزار مائز دگان

۱۷ لین پول صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ ایں پول نے نایت صحیح ماغہ دن سے اس کے متعلق مفصل پورت لکھی ہے :

و اقرار با جیران مے شد۔ عجز فرمود دبودند۔

خانی خان اور لین پول بھی صلی واقعہ سے انکار نہیں کرتے لیکن کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعییں کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امر اس کے احکام کی پوری تعییں نہیں کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

۳۔ سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیا کے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلے میں اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے ۱۷۸۷ء میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کیے جائیں اور عام منادی کرادی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعویٰ ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جواب ہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ بصول کرے خانی خان لکھتا ہے (صفحہ ۲۴۹)

درین سال از راه حق پرستی وعدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور شہر رہا منادی نہایتہ کہ ہر کو بر ذریعہ طلب دو دعویٰ شرعی اشتہ باشد حاضر گشتہ وکیل بادشاہی رجوع نماید۔ بعد اثبات حق خود را بتاند۔ و فرمود کر کویل شرعی از طرف آن بادشاہ دا اگر بر اے جواب خلق امک دسترس پر سیدن حضور نہ اشتہ باشد در حضور و بلاد دور نزد یک مقرر نمایند و دنبہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردیدند۔

۴۔ ناک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لیے پرچھ نویسی اور واقعہ نگاری کے صینے کو نہایت وسعت دی اگرچہ اس میں شہنشہ نہیں کہی محکمہ خلارے سے خالی نہیں۔

اگرچہ پرچ نویں خود غرض اور راشی ہوں تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کے بر باد کرنیوالی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ملک کے ایک ایک جزوی واقعہ سے واقعہ ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق مامون الرشید ناصر لدین اللہ عدل اور انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اس کو نہایت وسعت دی تھی۔ البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے عالمگیر بھی نہایت احتیاط برداشت تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقعہ تھا ایک موقع پر خود ایک رقہ میں لکھتا ہے۔

از ان جا کہ سوائیں بیکار ان برائے اغراض فضانی چیز اے بسیا، پر خانہ زاد ان تربیت کردہ ما سے بند بایکہ آن فدوی پر دیوان بیکار دکہ مہمہ مرا تب را چنانچہ با تحقیق منسایہ وہ حضور

معروض ندارد۔

معزال الدین اپنے پوتے کو ایک رقہ میں ایک واقعہ بیکار کے متعلق لکھتا ہو۔
اگر وانند خدمت واقعہ بیکاری بدیگرے مقرر نہیں کہ حالا واقعہ بیکار واقعہ بیکار میں از اعظم شاہ کو ایک رقہ میں لکھتا ہے۔

و اقہنگار وہ کارہ ہائے معتبر و محا ط و محل بگزارند و زمرہ احکام عالی بخواہند.....

پرچ نویسی کے انتظام کی پرولیٹ ہندوستان نیچے ویسیں ملک کے ایک ایک کوئی کی خبر عالمگیر کو پہچتی تھی۔ اس کے عمدہ کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائیش و آرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت میں اسکی

نظیر بہت کم سکتی ہے اس کے رفاقت پڑھو۔ شہزادون۔ صوبہ دارون عالموں کی ایک ایک فوج کذاشت کو پکڑتا ہے اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے۔ ہزاروں کو سپرسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو فوراً اس کو خبر لگ جاتی ہے اور وہاں کے عامل سے باز پرس کرتا ہے۔

۶۔ عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر کیاں حاوی اور باخبر ہونا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے نہات میں مصروف ہتا تھا جس سو دمینو کی مملت بھی نہیں مل سکتی تھی، دوسرا طرف چھوٹے سے چھوٹا دا قلعہ بھی اس کی آگئی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔

الفشن صاحب سے زیادہ عالمگیر کوئی دشمن نہیں گزرا ہے ان کو بھی

مجھوراً لکھنا پڑا۔

”وہ خود تن تھنا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگزاری جزوی کاموں کے لحاظ و حیثیت سے

کرتا رہا۔ لشکر کشیوں کے نقشے سوچا تھا لشکر کشیوں کے زمانے میں ہاتھیں جاری کرتا تھا

سردار اس کے قلعوں کے نقشے ہیں مقصود اس کے خدمت میں ارسال کرتے تھے

کھلوں کے مقاموں کو مقرر کرے۔ اس کے قلعوں ہیں چھانوں کے ہوا ریگوں میں

سرکوں کے جاری کرانے اور ملٹان۔ آگرے کے فنادوں کو ڈالنے بلکہ قندھار

کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج پائی جاتی ہیں اور اسی عرصہ میں فوج کا کوئی

مکارا برابر داری کی کوئی رسید نہ تھی جس کا کوچ مقام دکن ہے ایسے حکوم کے بروں پایا جائے
 جن میں سے قوڑے بہت حکوم کو اور نگز زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جائی
 دیکا ہو ضلع کی الگزاری کے اونے افسر کا تقریباً کسی دفتر کے کسی محکمہ کا انتحاب اپنی توجہ
 فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگاروں کی کارگزاری کی بگرانی جاسوسوں
 اور آنسے جانے والوں کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل وہ بنیاد پوششیہ
 فناش اور ہماریوں کے دلیل سے ان کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا۔ مگر تفصیل جزئیات
 پڑا یہے ذوق شوق سے متفق ہونا جیسے کہ ہشیاری اور بسید اور غریبی کی دلیل ہے
 دیسی ہی کام کاچ کی اصلی ترقی اور اجراء کارکر کی ذاتی عورج کے لیے چندان مفہومیں۔
 مگر ”جو کہ اور نگز زیب کی ذات و طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ ڈری
 چاکی و چالاکی سلطنت کے عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی تو اس سے طبیعت کی
 آمادگی اور نہایت گر بخشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں طبیعی عجیب و غریب
 سمجھی جاتی ہے۔

۔ ایشیائی سلطنتیں اس بات میں ہجیشہ بن نام رہیں کہ عمال اور عمدہ دار اکثر رشوت
 خوار ہوتے تھے اس رشوت خواری کے اسباب میں سے بہت بڑا قوی سمجھکش
 اور نذر آنکی رسم تھی یعنی تمام وزراء امرا، عمال سالانہ جشن میں بادشاہ کو نہایت گران قیمت
 نذر اسے پیش کرتے تھے۔ یہ نذر اسے اکثر لوگوں کی سالانہ تنخواہ۔۔۔ قریب قریب برابر

پڑ جاتے تھے۔ اس بنا پر ان لوگوں کو اس نقصان کی تلافی کے لیے خواہ مخواہ رعایت سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جمانجیر اپنی تزک میں ان نذر افون کا ذکر برٹے لطف اور مسرت کے لمحے سے کرتا ہے۔ اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔ بعض نذر افون کی تعداد کروڑ سے زائد ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلے میں بادشاہ بھی بے شمار انعامات اکر آتا کرتا تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذر افون کا پورا بند و سبست ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت میں نہیں ہوتے تھے اور نذر افون میں چیزوں پیش کی جاتی تھیں خیریہ کرہیا کرنی پڑتی تھیں بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا اور سیکڑوں مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔

علامگیر نے اس طریقہ کو بالل بند کر دیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہے۔ عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا وشن کا زمامہ اس کا عدل والضافہ غریزوں یا گاندھریوں اور میر دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی ایک رقم میں خود لکھتا ہے کہ معاملات اضافات میں شہزادوں کو میں عام آدمیوں کے برابر سمجھتا ہوں۔ یہ محسن دعوے انہیں بلکہ غیر وطن نے بھی اس کی تصدیق کی ہے لیں پول صاحب عالمگیر کے سوانح میں لکھتے ہیں۔ اور نگٹن جس کی ذاتی سند توجہ ان قابل اعتبار نہیں۔ لیکن جس نے اپنی رائے ایسے نکتہ چینوں کی تحریک سے اخذ کی جس کو اور نگٹن زمیں کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی یہ نکتہ چین سببی اور سوت کے تاجر ہیں کہتا ہے مغل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہے۔ بچھے تھے اضافات سے ملنے جو یہ کرتا ہے کیونکہ شاہنشاہ کے حضور میں سفارش۔ امارت اور منصب

کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بلکہ ادنی سے ادنی آدمی کی اور نگز زیب اس مستعد ہے
بات سنتا ہے جس طرح کبڑے سے بڑے ایسی کی۔

”ڈاکٹر کاریری نے بھی جس نے اور نگز زیب کو بیعام دکن ۱۹۹۵ء میں دیکھا تھا
اسکا بھی چال چلن بیان کیا ہے۔

ایک اور موقع پر یہیں پول لکھتا ہے۔

سیاحون کی مخالفانہ نکتہ چینیان اور نگز زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں جب
وہ شاہزادہ تھا لیکن وہ سیلاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہیں
تو سوائے کلمات تحسین اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کی دہراز حکومت میں
ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے حتیٰ کہ ہندوؤں کے تانے
یہیں بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا سب کو قتلیم ہے کہ کوئی قتل یا جانی بکلیفت
رسانی نہیں پیش آئی۔

عالملکییر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال۔ شان و شوکت۔
ناز و غم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی فرا ردمیا تھا۔ وہ انتہاء
پیری تک۔ دربار میں کھڑے ہو کر رعایا کی عرضیان لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے ان پر
حکم لکھتا تھا ڈاکٹر جنلی کریری نے اٹھتر پرس کی عمر میں عالملکییر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہو۔

۱۷ ترجمہ یہیں پول صفحہ ۴۶۵۔

۱۸ ترجمہ یہیں پول صاحب صفحہ ۵۰۵۔

کہ وہ صفات و سفید بیل کی پوشاک پہنے ہوئے اعصاب نے پیری کے سمارے امیر دن کے بھرٹ
 میں کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی میں ڈینکنٹ از مرد کا ٹنکا ہوا تھا۔ دادخوا ہون کی عرضیاں لیتا جاتا
 تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے اتحو سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش
 پھر سے صاف تترشح تھا کہ وہ اپنی صرف دنیت سے نہایت شادان و فرحان ہے
 وہ دن میں دو تین دفعہ دربار عالم کرتا تھا اور مطابق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنی اسکو دنی اُدمی
 جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے منتا تھا۔ مرزاقاً مام بخش عالمگیر کا نہایت
 چھیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوک پر قتل کا لازم قائم ملبوغ عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت میں تحقیقات
 کی جائے کام بخش نے اس کی حمایت کی عالمگیر نے دربار میں کام بخش کو بلا بھیجا کام بخش
 اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش
 بھی کوک کے ساتھ قید کیا جائے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

مشتملہ جلوس مطابق ششمہ میں حسن ابدال کے سفر میں عالمگیر نے ایک دن
 ایک باغ میں قیام کیا دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا بڑھیا کی ایک پنچی تھی
 جس میں باغ سے پانی آتا تھا۔ سرکاری آدمیوں نے پانی روک دیا اور پنچی بند ہو گئی
 عالمگیر کو خبر ہوئی اُسی وقت پانی کھلوا دیا۔ رات کو جب خاصہ پہنچھا تو دو قاب کھانے
 کے اور ۵۰ اشرفیان شیخ ابوالکھیر کو دیں کہ جا کر بڑھیا کو دواز مری طرف سے معدوم کرو

۱۷۔ ترجمہ تاریخ افغانستان مطبوعہ علی گلہ صفحہ ۱۳۲۔

۱۸۔ آثار عالمگیر صفحہ ۵۲۔

کر کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی تم معاف کرو صبح ہوئی تو پاکی
بھیج کر ڈھیا کو بلوایا اور حرم میں بھیجا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ڈھیا کی دو بنی بیانی بیان
اور دو نچے ہیں۔ دوسرو پے عنایت کیے۔ مستورات نے اس کو زوجا ہر سے طالماں
کر دیا۔ دو تین دن کے بعد بھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لیے دو ہزار روپے عنایت فرمائے
بیگلات اور شہزادوں نے روپے اور اشرفیان بر سادین یہاں تک کہ چند روز کے بعد ڈھیا
اپھی خاصی امیر ٹو گئی۔

درشن کے طبقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا لیکن یہ اجازت دی کہ
کوئی دادخواہ آئے تو اس کی عرضی رسی میں باز ڈھکر اور پونچا دی جائے۔
اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں لیکن ایک ارکل میں یہ تمام کارنامے نہیں
سماں سکتے۔

عامگیر کے واقعات پڑھو ہر سطین نظر آتا ہے کہ کس تاکید۔ کس اہتمام۔ کس
شفقت سے الفاظ رسانی کے متعلق احکام۔ اور فرائیں بھیجتا رہتا ہے۔ اور دل سے
لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکانہ ہونے پائے۔

۸۔ تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نہ ہوئے تھے۔
لیکن حکومت کا نظام تمام تر بادشاہ پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافق الفطرة ہے

۱۵۔ آنحضرت عالمگیری صفحہ ۱۷۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴۔

۱۶۔ آنحضرت عالمگیری صفحہ ۹۵۔

وہ خدا کا سایہ نہیں بلکہ خدا کا مظہر ہے، الپر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کے وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجا لاتا تھا۔ دربار میں بادشاہ کو علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہ جہاں نے سجدہ نہ دیا بلکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصروف خور و نوش۔ لباس و پوشک۔ سیر و سفر۔ ان سب پر لاکھوں کروڑوں روپیے خرچ ہوتے تھے سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکام الحاکمین کا یہ ۹۰ ملی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقہ عبودیت کے عرض معروض نہیں کر سکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہ تو ہو۔ بلکن دنیا کا خدا تو بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ اسی بناء پر تمیور کما کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے۔ زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہتے ہیں۔ بلکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے بالکل پرخلاف تھا اسلام نے مساوات کا اصول قائم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ ورعایا۔ امیر و غریب۔ شریف۔ رذیل سب کا ایک درجہ ہے۔

جو طریقہ تمیور کے عمدے سے شاہ جہاں تک روز افزون و سعی حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اس کو سرے سے بدل نہ سکا۔ بلکن نہایت کوشش کی کہ خدا یا نہ عظمت فی جلال کارنگ سلطنت کے چہرے سے اُتر جائے۔

شله عین درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہیں کر لیتے تھے پکھ کھاتے پیتے نہ تھے اس کو قطعاً موقوف کر دیا۔

در بار میں شعرا مقرر تھے جو بااد شاہ کی بح لکھ کر لاتے تھے اور بااد شاہ کو خدا کا ہسر بناتے تھے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سب کا فخر یعنی ملک الشہرا ہوتا تھا۔ اسی سالہ میں عالمگیر نے اس صینگہ کو بھی سرے سے بند کر دیا۔ نوروز کے جشن میں تمام امراء بااد شاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذرین پیش کرتے تھے۔ بعض بعض نذر و نون کی تعداد کروڑ سے متوجہ ہو جاتی تھی۔ جہاں تھیں نذر و نون کو نہیں تھے۔ تفصیل سے فڑہ لیکر لکھتا ہے عالمگیر نے ۲۱ مطابق شوال میں یہ طریقہ موقوف کر دیا۔ آنحضرت عالمگیری میں ہے۔ (صفحہ ۱۶۶)

”بخشی الملک صفحی خان بخاطب شد۔ کما جشن موقوف کر دیم۔ پشاپر شامیر الامراء۔ واپس ہند

و دیگر نہ نیان ہم ملگزار نہ“

در بار میں جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا۔ سب بند کر دیا۔ یہاں تک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا۔ انعام کی رقمیں چاندی کی کشتیوں میں لاتے تھے حکم دیا کہ سپر میں رکھ کر لائیں۔ زلفبنت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دیے۔ در بار میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اس لیے صرف سر پر پا تک روکھ دیتے تھے۔ تھالیہ میں عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ

لئے خانی خان۔

۵۲ آنحضرت عالمگیری صفحہ ۱۶۷

مہمو لا سلام علیکم کہا کریں۔

عالیٰ نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جنادیکاری ادا کیا تھا۔ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق عام لوگوں کے برابر ہیں۔ جلوس مطابق نئے نئے یعنی عالمگیر بے قبیلہ کی نازکو جبارہ تھا۔ واسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر اسی جو عالمگیر کے زان پر آکر لگی۔ گریز بردار اُس کو گرفتار کر کے لائے عالمگیر نے کہا پھوڑ دو۔

نئے جلوس میں حب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کیے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔ لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور یہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔ آثر عالمگیری

یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو محروم کے ٹکڑے اڑادیے گئے ہوتے۔ سلاطین سابق کے زمانے میں بادشاہ کی جیب خرچ کے لیے کرورون روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نک سارا پن مصارف کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ باقی کو بیت المال قرار دیا۔

اس کی زندگی بالکل سادی اور زانہ ان تھیں ٹورنیر نے اسکو ۶۵۰ عین دیکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

لہ آثر عالمگیری۔

۲۵۰ آثر عالمگیری

۳۵۰ آثر عالمگیری صفحہ ۹۲۵

”وہ سخیف وزار ہو گیا تھا اور اس لاغری میں اس کی روزہ داری نے اور اضافہ کر دیا تھا“

لین پول صاحب لکھتے ہیں

”اوونگ زیب ذست کے وقت کلاہیں بنایا کرتا تھا“

کلاہوں کا بنانا یقینی ہو یا نہ ہو لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ماہکی محنت سے اپنی خوراک بھم پوچھتا تھا۔ اور یہ سب باتیں اسی طرز عمل کے مٹانے کے لیے تھیں جس سے باڈشاہ کا درجہ خدا کے قریب قریب قائم کر دیا گیا تھا۔

۱۰۔ عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی ہے نہ دستان میں کبھی کسی عمدیں نہیں ہوئی تھیں ہر ہر شہر اور قصبے میں کام علماء اور فضلا کے وظائف اور روشنی مقرر تھے جبکی وجہ سے وہ مطہن ہو کر تعلیم اور تعلم میں مشغول رہتے تھے اس کے تھا ہر جگہ طالب علموں کے لیے وظائف مقرر تھے۔ آثر عالمگیری میں ہے

”در جمیع باد و قصبات این کشور کو سچی فضلا و درسان را ہو وظائف لائقہ از روزانہ اولاد کل میں“

ساختہ برائے طلبہ علم و جو یعنی دو خواجات و استعداد اور فرمودہ اند (صفحہ ۵۲۹)

نما وہ العلماء کی نمائش کاہ علمی میں جو بمارس میں قائم ہوئی تھی۔ ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عمد کے فرائیں بھم پوچھائے تھے ان میں دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرائیں تھے اور یہ کل فرائیں کسی عالم یا درویش کی جا گیریا مدد و معاش کے متعلق تھے اہل علم کے وظائف کے لیے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا۔ عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔

تامنک میں سرائین۔ کاروانسرا۔ مسافرخانے بنوئے اور اکثر خملاء میں غل خانے
قام کیے کہ تخلک کے وقت غرباً کو مفت غلط قسم کیا جائے

ذہبی حیثیت عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعوے نہ تھا تمہ وہ مسلمان بادشاہ تھا اور
اُس کا فرض تھا کہ وہ حکومت میں اُس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک
اسلامی حکومت کے لیے چھل عصمر کے سحاظ سے ضروری ہے اکبر نے جس زنگ میں
سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا۔ اور جس کی یادگاریں شاہ جہان کے زمانہ تک بھی باقی تھیں
وہ اگر قائم رہتا تو قیوری سلطنت ایک ہندو سلطنت بن جائی تھی۔ اسلامی شعار بالکل مست چکے
تھے عام دربار کا باب اس گھیردار پا جامہ اور ہندو اور گزٹی تھی راجاؤں کی طرح سلاطین
زیور پہننے تھے۔ دربار میں سلام وغیرہ کے بجائے سجدہ یا پاگی رائج تھی۔ یہ بے غیرتی استقدام
بڑھی کر بے غیرت مسلمانوں نے ہندوؤں کو لڑکیاں دینی شروع کیں۔ چنانچہ اس کی تفضیل
تمہ اور پرکھ آئے ہیں۔ عالمگیر نے غنان سلطنت ہاتھ میں لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی
شعار وبارہ قائم کرے۔ اس نے سب سے پہلے ۹۷۷ھ عین یعنی تاریخ جلوس کا ایک ہی
برس کے بعد ستمہ شمسی کو جو پارسیون کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا۔ قمری سے بدلتا ہے۔
یہ اگرچہ بظاہر ہمیوں سی بات ہے لیکن اسی قسم کی معمولی باتوں سے دنیا میں سیکھوں
تو میں نہیں اور فنا ہو گئیں۔

درشنا کا طریقہ بالکل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی
خوبی یہ ہے کہ اُس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجے پر رکھا۔ کبھی کسی انسان کی سبقت

اور عبادت کی اجازت نہیں دی لیکن درشن کاظمیہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔
چنانچہ عالمگیر نے فتنہ میں اسکو سرے سے بند کر دیا۔

۱۰۸۲ء میں سلام مسنون کاظمیہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان اپنیں
ملنے جلنے کیوقت یہی طریقہ پہنیں۔

گانا بجا تابھی دربار کا ایک لازمہ قرار پائیا تھا۔ اور ہر روز ایک وقت معین تک
دربار شاہی قص و سرو دکاتا شاگاہ بجا تھا۔

عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ آثر عالمگیری میں پیشوئے لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن
ڈایمیر کے ساتھ کا اپنے نسل کے شرعاً منوع ہے اور دربار شاہی کی شان کے بالکل خلاف ہے
عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کر دیا۔ گوون نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر
نے دیکھ کر کہا ہاں مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اٹھے۔

اختساب کا مستقل محکمہ قائم کیا۔ اور تمام اضلاع میں مختص مقرر کیے جنکا کام
تھا کہ لوگوں کو منیات اور منوعات سے باز رکھتے تھے۔ اس محکمہ کے افسروں والوں جیہے دین
تھے۔

تمام مالک میں جس قدم مسجدیں تھیں۔ سب میں امام۔ موذن۔ خطیب مقرر کیے
جکی تباہیں سرکاری خزانے سے ملتی تھیں۔
سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لیے کوئی ایسی

جامع مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس میں تمام مفتیوں سائل جمع کر دیے گئے ہوں اور جن سے ہر شخص آسانی سائل کا استخراج کر سکے۔ عالمگیر نے تمام علماء و فضلاً کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل مکمل قائم کیا جسکے افسر ملاظ نظام تھے۔ اس کام کے لیے شاہی کتب خانہ جس میں بے شمار کتنا بین فراہم تھیں وقف کر دیا۔ کئی برس کی لگاتار مختت کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ اور عرب و روم میں فتاویٰ ہندیہ کھلاتی ہے۔ باوجود اس کے کعمل، کی تجوہاً ہیں کچھ بہت زیادہ نہ تھیں چنانچہ تم نے آٹھ لاکھ اریم کسی کار و زیستی میں روپے سے زیادہ نہیں دیکھا ہے۔ تاہم دولاکھ روپے پر صرف ہو گئے اُس کتاب کا یہ خاص انتیازی و صفت ہو کہ جو سائل تمام کتب فقہ میں یہ پیدا الفاظ میں پائے جاتے تھے ان کو اس قدر آسان کر کے لکھا ہو کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے۔

فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج تھا۔ ایک ایک قصبه میں مذہبی علماء علوم مذہبی کی درس و تدريس میں مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفہ ملتے تھے۔ خود بھی اور اور نواہی کا نہایت پابند تھا ہمیشہ باوضور ہتا تھا۔ ہمیشہ نماز جماعت سے پڑھتا تھا ہفتے میں ہلسیشن میں دن روز سلسلے رکھتا تھا۔ عیش و نشاط کی مجالسون میں کبھی شرکیک نہیں ہوا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی و ارثگی کے وہ ظاہر سب

اور یہ لع الاعتقاد نہ تھا۔ اس کی دینداری دیکھ کر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے
اس پر عالمگیر ایک رقے میں لکھتا ہے۔

شریف کو مظلہ درہندوستان دولت بے شمار شنیدہ ہر سال برائے طلب فتح خدا بیچی
می فرستد۔ این مبلغان کمی فرستم برائے تحقیق است۔ بحث اوفکرے بجا بایزند کہ آن
جماعت بر سود و سوت این مخلف حق بان فرستد۔
بیوی شریف کے

ڈالیٰ اوصاف

شجاعت و بہادری۔ تیمور کے خون میں سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈھنا چاہتے
عالمگیر اس وراشت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے تیمور کی نسل با بر سے شاہ جہان تک
شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے، جس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں نظر آسکتا۔
اکبر مرتباً تھیون کو عین لڑنے کی حالت میں سونڈا پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا تھا۔ شاہ جہان نے
شاہزادگی میں تلوار سے شیروار اسے۔ لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اس مرقے میں
خایاں ترہیں۔ وہ جب پودہ پرس کا تھاتا تو ایک موقع پر جب شاہ جہان تھیون کی لڑائی
کا تاشادیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کی طرف پڑا اور مطلع صاف تھا۔ لیکن عالمگیر پیار کی طرح
اپنی جگہ سے خلا۔ اور ہاتھی سے معکر کہ آ رہوا۔ ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونٹ میں
پکڑ کر دو رپھینک دیا۔ عالمگیر پوتھ پوتھ کر اٹھا اور پڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری اس معرکے کو
تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے ابوطالب کیم لکھ الشعراً شاہ جہان بھی اس موقع پر

موجود تھا اس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔ چنانچہ چند اشعار ہم اس موقع پر قل کرتے ہیں۔

بہ مہانے گوش ارباب ہوش یکی قصتہ ارم بمن ارگوش

من ازول شنیدم دل از دیده ام زمردم من این نقل نشنیده ام

شمارند افساد شنیده ام را چو آراید این قصه هنگام سر را

شیخ معده لست گتیرنلم سوز صبا ح شنید شاہ گیتی فرنون

جهان از خش غرق انوار مر ب درشن بر آمد چو خور ب پسر

گرفتند در خود خود جایگاه خلا قق چو بعد از زمین بوس شاه

در آن عرصه آمد قیامست پدیده ب فیلان حنگی چون بست سیده

پے جنگ خرطوم هاشد علم فتاو مد فیلان حنگی هبسم

یکی سوے شهزادہ اور نات پا دویدا ز قضا زان دو فیل همیب

زراہ چنین سیل یک سونه شد ب مردی ز جایک سر مو نه شد

نظر از رگ غیرت ش با فته یکی نیز نزد بر ق سان تافته

ک جست از تھابرت ق رختائیش ز قدرت چنان ز دیپشاپیش

دگر بار در رفت آہن ب کان دران کوہ پیکر نمان شدنان

فدا اس پ شهزادہ دیل بند ز خرطوم اذ اخت پیچان کمند

نیم آب شد ز هر ک روز کار گرفت اس پ شهزادہ ب رئے سوار

بر آمد خروش از نان زمین بفیشر در اس پ دندان کین

چودا سپ سامان جولاں ندید ہماندم کہ برخاک پارافشنا علم کردہ شمشیر پرے دید چون بخود پسندیدہ پر دلان پر پیکار پیل غنیش کذاشت	چو شہبازے از خامہ زین پرید روان دست جرأت شہشیر پر کزان سوے فیل غنیش رسید کم گیر دیکے راد و تن در میان زرفے مرود است داشت
---	--

شاہ جان یہ روبل خود دیکھ رہا تھا مگر ہشاتو عالمگیر کو بلاکر سینہ سے لپالیا اور اس پر سے موتی اور بوف پچھاوار کیے۔

داراشکوہ کی جنگ میں ۲۵-۳۰ ہزار فوج سو ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیل فوج کے مقابلے میں مع رک آ رہا ہوا ہے۔ اور جب گھسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اُس وقت اُس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اس کو لین پول ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

جنگ کی یہ ناک حالت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیست ہو کیونکہ اُس کے چیدہ سے چیدہ رسائے پیا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اُس کے گرد ہو گئے اور ان کو بھی دارا کے ھلن کا انتظار تھا اس سے زیادہ قل رستانا شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہو گی لیکن اورنگ زیب کے پن بین بجائے پھونے فولاد کے تار تھے صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ فوج پر فتح دی۔

عالیکم سروری اس جرأت انگریز شجاعت۔ اور اس تعجب خیز عزم و ثبات کو پڑھا پا۔
 کمزوری۔ مصائب سفر۔ تو اتر حادث۔ کوئی چیز کم نہ کر سکی۔ اللہ مطابق ۱۹۷۹ء میں جب
 بمقام ستاراً فرہون نے ایک سرنگ اُڑانی اور فوج میں بر بادی پہنچا تو یہ بیاسی کا برس کا
 بوڑھا شاہنشاہ بھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادث پر پہنچا۔ آدمیوں کی لاشوں کا دھیر گلویا اور
 چاہتا تھا کہ جلد کی سرداری خود کرے لیکن بڑی وقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا
 کیا اب بھی وہ وہی سماں مالکہ کا جوان تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں بیٹھا
 ڈلواہ می تھین۔

یہ یعنی پول کے الفاظ ہیں۔ خانی خان اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے

”بُون وَ اشْتَندَ كَمْبَارَانْ قَلْمَعَةَ كَشَا حَصْلَمَ بَاخْتَةَ اَنْدَ خُوْدَهْ دُولَتْ بِرَاسَبْ سَوَارَشَدَهْ“

بر سر کار آمدہ منسر موند کہ لاش مردہ ابا الائے ہم فرماسیم آور دینہارا سپر تیر بلا ساختہ
 قدم یوں پیش گزار مید۔ چون در مدم اثر حرف شنیدن مشاہدہ نہ موند خو استند خود بنات
 شریعت پیش قدم بہادران جان شارکر گزند۔ ار کان سلطنت بالکاح و قرع ایں جرات
 مانع آمدند۔

یہ وقت تھا کہ ہزاروں آدمی سرنگ کے اڑنے سے بر باد ہو گئے تھے اور فوج نے
 جلد کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ عالمگیر کے عزم و ثبات کی تصویریں سیکڑوں مقصوں میں طیکتی
 ہیں جن میں ایک بھی ہے کہ جب وہ شاہزادی کے زمانے میں بخ کی جم پر گیا تھا اور عبد العزیز نان
 سے معروک آرا تھا تو عین حالت جنگ میں نماز طہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجیں چاروں طرف

سے تیر پر سارہی بھیں یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بکال متأتی اُٹرا۔ ناز کی صفت قائم کی سکون والطینان کے ساتھ فرائض اور نوافل ادا کیے۔ عبد العزیز خان یہ حیرت انگیز سماں دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا قدر سے لڑنا ہے۔

انشن شاہب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف میں ایک نظر بھی عالمگیر کی قسمت کی کیا وری ہے تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جدعاونان قائم کیا ہے جنہیں تفصیل سے واقعات لکھے ہیں۔ اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے۔ ہم طول کے حاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔ فوج کے سب سے والا اور سپاہی پارہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اس میں غبہ نہیں کئی باریوں کے اکثر عمر کم انہیں نے سر کیے ہیں۔ ایک موقع پر ان لوگوں نے حصہ باریوں سے خانہ جنگی کی عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے حکم میں مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا۔ ہم اپنا فیصلہ خود کر لیں گے۔ عالمگیر نے آستین چڑھا کر کہا کہ جو لوگ میری توار کا فڑہ پکھے ہیں وہ شرعاً میت کے مقابلے میں ایسے الفاظ منہ سے نکالتے ہیں کہ مدد سب ملک آئیں یہ کمل حکم دیا کہ پورہ وغیرہ پر جس قدر سادات با رہیں سب بروظت کر دیے جائیں۔ سادات کا وہ تمام غزوہ جاتا رہا شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور سترہزار راجوں کو کولکی قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی۔ باقی فوجیں نہایت دور دراز مقامات پر تھیں۔ لیکن عالمگیر کی جیں استقلال پر مکن ہاک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

شہزادہ عظیم شاہ جس کی ولیری اور بہادری کا تامن ملک میں سکھ میٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جو معاملہ گذرا۔ عام طور پر مشور ہے۔ جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادہ کارنگ زرد پر جاتا تھا اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جنکا شمار نہیں ہو سکتا۔

عالمگیر تنی و قلم دونوں کا مالک تھا۔ اس کی انشا پردازی کی داد منح اعلون تک تھے وہی ہے اس کے رفعتے باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ قصہ طلب حوالوں کا مجموعہ جغرافیائی اطلاعوں کی یاد و اشتہر ہیں۔ تاہم اوسے مطلب کی قدرت۔ عبارت کی سادگی فقر و نکار کی ہوا ری۔ مطالب کا اختصار۔ پہلو بہ پہلو جلے۔ لنشین ترکیبیں نہایت حیرت انگیز ہیں۔ یہاں تک کہ اڑو کے سب سے بڑے انشا پرداز مولوی محمد سین آزاد کو بھی باطل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑتے۔

لئے مولاہ آزاد لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر البيان پانی تھی اس لیے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھنا تھا یا اسے لکھوٹا تھا کہ فذات پر خود حکم چڑھاتا تھا وہ برس سلطنت کر کے ملکہ ہیں فوت ہوا اس کی تحریر ہیں دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جس طرح اور نگہ سلطنت زیر قدم رکھنا تھا اسی طرح کشور سخن بھی زیر قلم۔ دیکھو اسکے چھوٹے چھوٹے فترے ملک رانی کے بیچوں میں اُبھے ہوئے ہیں مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ میں محادیت کا نکد دیا ہوا ہے۔ تمام انتظامی ہایتین اور راکٹر اخلاقی نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں اس کی تحریر کو گلستان سے تشبیہ دون تو مضائقہ نہیں اتنا فرق ہو گا کہ گلستان کے خیالی مضایں ہیں اور اس کے حالی، عبارت اسکی عتبی پڑھنے میں سهل ہے اُتنی ہی لکھنے میں دشوار ہے۔

عاملگیر کے رفاقت سے انشا پردازی کے علاوہ اس کی وسعت معلومات، مسائل دینیہ کی اطلاع عام باخبری خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عاملگیر کے عام اخلاق و عادات یہ تھے۔ نہایت سنبھالہ اور متین تھا۔ کبھی نامناسب لفاظ اُس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ نہایت رحیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت قدر و ان تھا۔ لوگوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا۔ نہایت خشک زادہ نہ زندگی پس رکرتا تھا۔ لموں و لعب کی باتون سے قطعاً محترم تھا۔

تم کو حیرت ہو گئی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیون نہ ہوا جس فتاد ہونا چاہیے تھا اس کی چند وحیبین ہیں۔

۱۔ اس کی اولاد لائق نہ ہوئی اس کا جانشین ہبادر شاہ دوپر چڑھے دن کو سوکر اٹھتا تھا۔ اس سے اس کے اور اوصاف کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ باوجود ممتاز خوبیوں کے۔ عاملگیر میں یہ بُرا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہ بناسکا۔

۳۔ مر ہٹوں کے تعاقب میں اس نے زائد ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

۴۔ مزاج میں سخت لکھتی لکھتی شاعری تھی۔ یہ صفت حضرت عمر فاروق کے چاند کے یہے گوموزوں ہے لیکن شاہ جہاں کے تحفے پر بیٹھنے کے لیے کام نہیں آسکتا تھا۔

غرض عالمگیری کی جو تصویر اس کے مخالفوں نے کھینچی ہے اُس میں تو تا استر
 تقصب اور عداوت کا رنگ بھرا گیا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی
 کمزدروں سے پاک تھا۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے جو اس میں تھیں ہم تیموری سلطنت
 کی فہرست میں وہی درجہ اس کو دیکھتے ہیں جو اس کو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا
 تاہم عام اسلامی دنیا میں اس کے بعد آج تک کوئی اس کے برابر کا شخص بھی
 نہیں پیدا ہوا۔

تمام شد

اعلان

تصانیف شبل نعماں

یہ کتاب تین جلد و دن میں ہے ابتدی شہو شعر سے
ایران و اکابر صوفیہ کے حالات اور کلام پر دیوی ہے

شمع

قیمت جلد اول دوم سوم

غمہ بیس سو

علم کلام علم کلام کی مفصل تاریخ ہے قیمت عصہ

مصنف کے عملی اور تاریخی مضامین کا

مجموعہ جواب تک مرتب نہیں ہوا احتساب

مقالات

زیر طبع ہے۔

درخواستین

پتام مصنف

لکھنؤ کے پتسے آئین

3 1761 06991552 8

DS
461
.7
S554.